ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
34
www.tanzeem.org
26 ذوالقعدہ تا 3 ذوالحجہ 1437ھ / 30 اگست تا 5 ستمبر 2016ء

نفس پرستیوں کو ذبح کردو

تم اللہ کے حضور حج کے دن اور عید کی صبح کو جبکہ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھی تھی، مسکینوں اور لاچاروں کی طرح گر جاؤ،

اپنی سرکشیوں اور نفس پرستیوں کے گوسالہ کو ذبح کردو!

اور گڑگڑا کر دعا مانگو کہ خُداوندا! زمین کی سب سے بڑی مصیبت، انسانی معصیت کے سب سے بڑے عذاب اور انقلابِ اقوام ومِلل کے سب سے زیادہ مہیب موسم کے وقت ابراہیم واسمٰعیلؑ کی ذُرّیت کو نہ بھلائیو، اور اُن کی اولاد کے گناہوں کو معاف کردیجیو!

علی الخصوص عید کے دن جب اُس کے حضور کھڑے ہو تو اپنے گناہوں کو یاد کرو۔

تم میں ایک رُوح بھی ایسی نہ ہو جو تڑپتی نہ ہو، اور ایک آنکھ بھی ایسی نہ ہو جس سے آنسوؤں کے چشمے نہ بہہ رہے ہوں۔

یاد رکھو کہ دل کی آہوں اور آنکھوں کے آنسوؤں سے بڑھ کر اُس کی درگاہ میں کوئی شفیع نہیں ہوسکتا۔

پس جس طرح بھی ہوسکے، اپنے خُدا کو راضی کرو اور اُسے منالو، کیونکہ تم نے اپنی بدعملیوں سے اُسے غصہ دلایا اور اُس کے پاک حکموں کی پرواہ نہ کی!

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

اس شمارے میں

اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں

دلوں کا زنگ: ہلاکت کا باعث

اصحاب الاخدود

بھنور میں پھنسی مسلم دنیا

عیدِ قربان اور اُسوۂ ابراہیمی

سائبر کرائم بل......خوبیاں اور خامیاں

قربانی کی فضیلت

الھدیٰ (720)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

تکبر کا انجام

سُوْرَۃُ الْکَھْف ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ آیات: 42،41

اَوۡ یُصۡبِحَ مَآؤُہَا غَوۡرًا فَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ لَہٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَ اُحِیۡطَ بِثَمَرِہٖ فَاَصۡبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیۡہِ عَلٰی مَاۤ اَنۡفَقَ فِیۡہَا وَ ہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوۡشِہَا وَ یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُشۡرِکۡ بِرَبِّیۡۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾

آیت ۴۱ ﴿اَوۡ یُصۡبِحَ مَآؤُہَا غَوۡرًا فَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ لَہٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾﴾ ''یا اس کا پانی گہرائی میں اتر جائے پھر تم اس (پانی) کو کسی طرح حاصل نہ کر سکو۔''

اللہ تمہارے باغ پر کوئی آسمانی آفت نہ بھی بھیجے تو یوں بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے حکم سے اس کا زیرِ زمین پانی غیر معمولی گہرائی میں چلا جائے۔ اس کے نتیجے میں تمہارا بنایا ہوا نظامِ آب پاشی ختم ہو کر رہ جائے اور اس طرح پانی کے بغیر یہ باغ خود بخود ہی اجڑ جائے۔ یعنی حقیقی مسبب الاسباب تو اللہ ہی ہے۔

آیت ۴۲ ﴿وَ اُحِیۡطَ بِثَمَرِہٖ﴾ ''اور اُس کا سارا ثمر سمیٹ لیا گیا''

اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نعمتیں دی گئی تھیں وہ سب اس سے سلب کر لی گئیں۔ باغ بھی اجڑ گیا اور اولاد بھی چھن گئی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوسرا شخص اللہ کا خاص مقرب بندہ تھا۔ مال دار شخص نے اسے اس کی ناداری کا طعنہ دیا تھا: کہ مال و دولت میں بھی مجھے تم پر فوقیت حاصل ہے اور نفری میں بھی میں تم سے بڑھ کر ہوں۔ اس طعنے سے اللہ کے اس نیک بندے کا دل دکھا ہوگا، جس کی سزا اسے فوری طور پر ملی اور اللہ نے اس سے سب کچھ چھین لیا۔

جب کسی صاحبِ دل ولی اللہ کے دل کو جب ٹھیس لگتی ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوری قوم گرفت میں آ جاتی ہے۔

﴿فَاَصۡبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیۡہِ عَلٰی مَاۤ اَنۡفَقَ فِیۡہَا﴾ ''تو وہ ہاتھ ملتا رہ گیا اس پر جو کچھ اس نے اس میں خرچ کیا تھا''

یقیناً ان باغوں کی منصوبہ بندی کرنے، پودے لگانے اور ان کی نشو و نما کرنے میں اس نے زرِ کثیر خرچ کیا تھا، مسلسل محنت کی تھی اور اپنا قیمتی وقت اس میں کھپایا تھا۔ اس کا یہ تمام سرمایہ آن کی آن میں نیست و نابود ہو گیا اور وہ اس کی بربادی پر کفِ افسوس ملنے کے علاوہ کچھ نہ کر سکا۔

﴿وَ ہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوۡشِہَا﴾ ''اور وہ (باغ) گرا پڑا تھا اپنی چھتریوں پر''

انگوروں کی بیلیں جن چھتریوں پر چڑھائی گئی تھیں وہ سب کی سب اوندھی پڑی تھیں۔

﴿وَ یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُشۡرِکۡ بِرَبِّیۡۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾﴾ ''اور وہ کہہ رہا تھا: ہائے میری شامت! کاش میں نے اپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا۔''

فرمان نبویؐ

اللہ کے ولی سے دشمنی

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ((اِنَّ یَسِیْرَ الرِّیَاءِ شِرْکٌ وَاِنَّ مَنْ عَادٰی لِلّٰہِ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰہَ بِالْمُحَارَبَۃِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِیَاءَ الْاَخْفِیَاءَ الَّذِیْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ یُفْتَقَدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ یُدْعَوْا وَلَمْ یُعْرَفُوْا قُلُوْبُھُمْ مَصَابِیْحُ الْھُدٰی یَخْرُجُوْنَ مِنْ کُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَۃٍ)) (متفق علیه)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے اور جو اللہ کے کسی ولی (متبع شریعت عامل بالسنۃ) سے دشمنی کرے اس نے اللہ کو جنگ میں مقابلہ کے لئے پکارا۔ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں ایسے لوگوں کو جو نیک و فرماں بردار ہیں، متقی و پرہیزگار ہیں اور گمنام و پوشیدہ رہتے ہیں کہ اگر غائب ہوں تو ان کی تلاش نہ کی جائے۔ حاضر ہوں تو آؤ بھگت نہ کی جائے (ان کو بلایا نہ جائے) اور پہچانے نہ جائیں (کہ فلاں صاحب ہیں) ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں وہ ہر تاریک فتنہ سے صاف بے غبار نکل جائیں گے۔''

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
جلد 25 — 26 ذوالقعدہ تا 3 ذوالحجہ 1437ھ
شمارہ 34 — 30 اگست تا 5 ستمبر 2016ء
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03، فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا-------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں

فرد کی انفرادی زندگی کا کوئی گوشہ ہو یا معاشرے کا کوئی اجتماعی مسئلہ قرآن پاک حقائق سے آگاہ بھی کرتا ہے اور رہنمائی بھی کرتا ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 140 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان والوں کو متمیز (نمایاں) کر دے اور تم میں سے بہت سے گواہ بنائے اور اللہ بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اور یہ دن ہم لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔ یعنی انسانوں کے لیے وقت ایک جیسا نہیں رہتا۔ کراچی میں گزشتہ 30 سال سے الطاف حسین کا طوطی جس طرح بول رہا تھا۔ جدید دور میں دنیا کے کسی بھی ملک کے کسی بھی شہر میں کسی لیڈر کی اتنی مضبوط گرفت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ صرف کراچی ہی نہیں سندھ کے ہر بڑے شہر کے وہ بے تاج بادشاہ تھے۔ ظاہری حکمران اُن کے حکم سے سرتابی کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ آزادی کی بڑھکیں مارنے والا میڈیا الطاف حسین کے حضور ہاتھ باندھے کھڑا رہتا تھا۔ یہ میڈیا وزیراعظم پاکستان اور وزیراعلیٰ سندھ پر تابڑ توڑ حملے کرتا رہا ہے۔ لیکن بڑے بڑے پھنے خان صحافی نائن زیرو کا نام سنتے ہی کانپنے لگتے۔ اُنہیں حکم ملتا تھا یہ کہو یہ نہ کہو، فلاں کا انٹرویو کرو فلاں کا بلیک آؤٹ کرو۔ کوئی ٹی وی چینل کسی بھی وقت سندھ کے شہروں میں بند کر دیا جاتا تھا۔ قانون بھی اُس کے سامنے سرنگوں رہتا۔ قتل کی دھمکی دینا جرم ہے لیکن کراچی کے در و دیوار پر یہ لکھا ہوا تھا'' قائد کا جو غدار ہے موت کا حقدار ہے'' گویا جو الطاف حسین کی نافرمانی کرے گا اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن قانون نافذ کرنے والے نوشتہ دیوار پڑھنے سے قاصر تھے۔ الطاف حسین کا کراچی پر تسلط انتہائی زوردار تھا اور ناقابل تسخیر دکھائی دیتا تھا۔ لہٰذا پورے پاکستان کے حکمران اُس کے ہاتھوں بلیک میل ہوتے تھے۔ اپنی چھوٹی سے چھوٹی خواہش کی تکمیل نہ ہونے کی صورت میں کراچی بند کر دینے کی دھمکی دے دیتا تھا۔ اس نے سینکڑوں مرتبہ ایسا کیا کہ چھوٹی سی بات پر کراچی بند کروا دیا اور مار دھاڑ بھی کی۔ کراچی چونکہ پاکستان کی کلیدی بندرگاہ اور پاکستان کا صنعتی و تجارتی حب ہے۔ لہٰذا پرویز مشرف جیسے ڈکٹیٹر سمیت کوئی چون و چرا نہیں کرتا تھا۔

یہ صورت حال یعنی الطاف حسین کا یہ جاہ و جلال 2014ء کے آخر تک پوری طرح قائم و دائم تھا۔ ضرب عضب کے آغاز میں بھی الطاف حسین بہت مطمئن تھا کہ یہ صرف طالبان پاکستان کے خلاف ہوگا لیکن 2015ء سے جب اس آپریشن کا آغاز کراچی میں ہوا تو الطاف نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ اسٹیبلشمنٹ سے خوفزدہ سول حکمرانوں نے بھی درپردہ الطاف حسین کی حمایت کی، لیکن بس نہ چلا۔ آج 2016ء میں کراچی جیسے شہر میں الطاف حسین سے زیادہ ملامت شدہ اور ملامت زدہ کوئی دوسرا شخص نہیں۔ وہ

شخص جسے کراچی میں سجدہ تو بہر حال نہیں کیا جاتا تھا لیکن اس سے کم تر سب کچھ ہوتا تھا۔ آج کراچی میں اُس کا نام ونشان مٹایا جارہا ہے۔ نائن زیرو جو ایم کیو ایم کا جی ایچ کیو بنا ہوا تھا' سیل کر دیا گیا ہے۔ ایم کیو ایم کے غیر قانونی بنے ہوئے دفاتر مسمار کیے جارہے ہیں۔ لیکن احتجاج میں ایک آواز بھی نہیں اُٹھ رہی' ایک دکان بھی بند نہیں ہو رہی۔

اِس شخص کو جب قوت واقتدار کی آزمائش میں ڈالا گیا تو اس نے انسانوں پر بے مثل ظلم ڈھائے' ہزاروں لوگوں کو قتل کروایا' یہاں تک کہ معمولی سی نافرمانی یا کسی شک کی بنا پر اپنے قریبی ساتھیوں کو بھی نہ بخشا۔ شہر بھر میں ٹارچر سیل قائم کیے گئے' جہاں سیاسی مخالفین پر بدترین تشدد ہوتا تھا۔ ڈرل مشینوں سے اُن کی ہڈیوں میں سوراخ کیے جاتے تھے۔ بھتہ خوری کا رواج ڈالا۔ یہاں تک کہ عیدالفطر پر شہریوں سے جبراً فطرانہ وصول کیا جاتا۔ عیدالاضحیٰ پر زبردستی کھالیں حاصل کی جاتیں۔ سٹیل مل' پی آئی اے' واٹر بورڈ اور کئی دوسرے سرکاری اداروں میں اپنے کارکنوں کو زبردستی اور بلاضرورت ملازم کروایا گیا۔ وہ تنخواہ سرکار سے لیتے تھے' دفاتر میں حاضری لگاتے اور چاکری ایم کیو ایم کی کرتے تھے۔ اس سے یہ ادارے تباہ ہو گئے۔ یہ شخص جس تھالی میں کھاتا تھا اُسی میں چھید کرتا تھا۔ اس نے بھارت جیسے پاکستان کے ازلی دشمن سے دوستانہ تعلقات قائم کیے ہوئے تھے۔ بھارت کی بدنام زمانہ خفیہ ایجنسی ''را'' اس شخص کو فنڈ دیتی تھی۔ اس کا اعتراف ایم کیو ایم پاکستان کے لوگ ہی نہیں' برطانیہ رابطہ کمیٹی کے ذمہ داران بھی کر چکے ہیں۔ ایم کیو ایم کے کارکنوں کو بھارت بھیج کر دہشت گردی اور تخریب کاری کی باقاعدہ ٹریننگ دلائی جاتی تھی۔ شہر میں دہشت پھیلانے اور لوگوں کو ہراساں کرنے کے لیے بلاجواز فائرنگ کی جاتی۔ کئی ہزار معصوم اور انجانے لوگوں کی ٹارگٹ کلنگ کی گئی تاکہ لوگ دہشت زدہ رہیں اور اُس کے احکامات پر بلاچون وچرا عمل کرتے رہیں۔

الطاف حسین کے کالے کرتوتوں کے بارے میں جو کچھ بھی کہا اور لکھا جائے گا کم ہوگا اور مذمت کا حق ادا نہ ہوگا۔ لیکن یہ بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ دوسرے لوگوں یعنی جن کا ایم کیو ایم سے تعلق نہ تھا' کیا اُن کا کوئی قصور نہیں تھا؟ سوچنے کی ضرورت ہے کہ الطاف حسین اُردو بولنے والوں کو ورغلانے میں کیوں کامیاب ہوا؟ الطاف حسین مہاجروں کا لیڈر تھا اور خود کو مہاجر کہتا تھا۔ حالانکہ وہ پاکستان میں پیدا ہوا تھا۔ پھر وہ علاقائی اور لسانی عصبیت پھیلانے میں اتنی زبردست کامیابی کیسے حاصل کر گیا؟ یقیناً دوسرے بھی معصوم نہیں ہیں۔

پہلا غلط کام اسلام پسند فوجی حاکم جنرل ضیاء نے کیا کہ سندھ میں اپنی دشمن پیپلز پارٹی کا زور توڑنے کے لیے اس شخص اور ایم کیو ایم کو مضبوط کیا۔ عوام جذباتی سطح پر منفی نعروں سے بہت جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ عوام کو اُن کی محرومیوں کے حوالہ سے مشتعل کرنا پرانا حربہ ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے اندرون سندھ کے لوگوں کے لیے ملازمتوں کا کوٹہ مقرر کیا۔ جو کراچی کے اردو بولنے والے لوگوں کے لیے ناقابل قبول تھا۔ یہ کوٹہ دس سال کے لیے تھا۔ اگر یہ دس سال بعد ختم کر دیا جاتا تو کراچی کے لوگ شاید بھول جاتے لیکن نصف صدی گزرنے کو ہے وہ کوٹہ آج تک ختم نہیں کیا گیا۔

پھر یہ کہ پرانے سندھیوں نے سندھ کو اپنی جاگیر سمجھا اور بھارت سے آنے والے مہاجرین سے مغائرت رکھی جو آج تک ختم نہیں کی گئی۔ حکمرانوں نے ہمالیائی غلطی یہ کی کہ نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دینے سے گریز کیا اور سیکولر بنیادوں پر پاکستانی قومیت کو مسلط کرنے کی کوشش کی۔ یہ پالیسی، یہ طرزِ عمل قیامِ پاکستان کی بنیاد سے انحراف تھا۔ پاکستان کا مطالبہ جغرافیائی بنیادوں پر قومیت کی نفی کر کے دو قومی نظریہ کی بنیاد پر کیا گیا تھا۔ گویا حکمرانوں نے پاکستان کے جواز پر کلہاڑا چلایا۔ اسی نظریاتی انحراف سے مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بنا تھا۔ اگر نظریہ بنیاد نہیں تو دونوں حصوں کا اشتراک یا ایک ہونا کس بنیاد پر سمجھا جائے۔ دونوں حصوں کے درمیان 1500 کلو میٹر کا جغرافیائی فاصلہ تھا۔ بنگالیوں کی زبان، کلچر، بودوباش اور خوردونوش تک مغربی پاکستان سے مختلف تھا۔ ان دونوں حصوں کو جوڑنے والی واحد شئے نظریہ یعنی مذہب تھا۔ جب اُسے ایک طرف رکھ دیا گیا تو متحد رہنے کا کیا جواز تھا۔ اسی طرح بقیہ پاکستان میں جب حقوق و فرائض کے حوالے سے مذہب کو بنیاد نہ بنایا گیا تو الطاف حسین جیسے لوگوں کا پیدا ہونا اور مسلمانوں کے ایک گروہ کا ان داتا بن جانا ایک ایسی بات تھی جسے روکا نہیں جاسکتا تھا۔ لوگوں کے درمیان پیدا ہو جانے والی خلیج اور اُس کی وجہ تلخیاں اور کشیدگی منطقی اور عقلی طور پر سمجھ آنے والی بات ہے۔ لہٰذا پاکستان کو اسلامی ریاست نہ بنانے کی وجہ سے ہم اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ آج ہم الطاف حسین کو ختم کر لیں گے۔ کل اندرون سندھ یا بلوچستان یا خیبر پختونخوا میں حتیٰ کہ پنجاب میں بھی ایسا لیڈر پیدا ہوسکتا ہے جو کسی بھی منفی بنیاد پر نفرت کی سیاست کر کے قتل وغارت گری کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ لہٰذا الطاف حسین کو ختم کر کے اگر کوئی خوش فہمی کا شکار ہوا ہے کہ مسئلہ حل ہو گیا ہے تو اُس کی خوش فہمی زیادہ دیر تک قائم نہیں رہے گی۔ کرنے کا کام یہ ہے کہ اگلے الطاف حسین کو جنم لینے سے پہلے ہی درگور کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ریاست پاکستان کو اس واحد بنیاد پر کھڑا کیا جائے جس کی نعرہ زنی کر کے ہم نے پاکستان حاصل کیا تھا تاکہ نہ صرف اندرونی استحکام حاصل ہو بلکہ بیرون پاکستان دنیا بھر میں ہمیں جس ذلت ورسوائی کا سامنا ہے۔ اُس سے نجات حاصل ہوسکے۔

یاد رکھیے! اللہ رب العزت افراد یا اقوام کو آزمائش یا ابتلا میں مبتلا کر کے اُنہیں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ بدنصیب اور بدبخت ہوتے ہیں وہ افراد یا اقوام جو یہ مواقع کھو دیتے ہیں۔ آیئے دوسروں کے انجام بد سے عبرت حاصل کریں اور قوم یونس علیہ السلام کی سنت کو اپنائیں۔ عذاب کے آثار دیکھ کر تائب ہو جائیں۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور سنتِ رسول ﷺ کو حرزِ جاں بنالیں' بچ نکلنے کا یہی واحد راستہ ہے۔

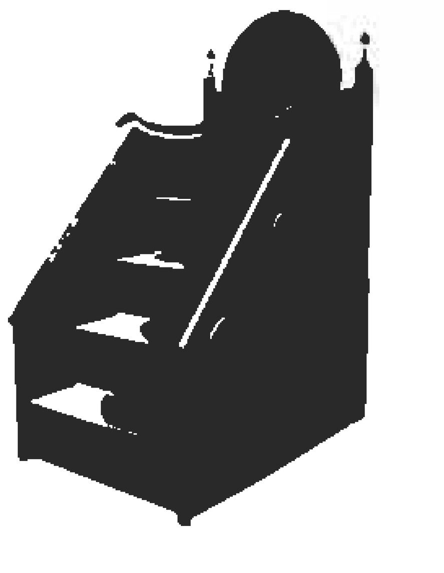

دلوں کا زنگ: ہلاکت کا باعث

سورۃ المطففین کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 19 اگست 2016ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مطالعۂ قرآن مجید کے سلسلہ میں سورۃ الانفطار کے بعد آج سُورَۃُ الْمُطَفِّفِیْن ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ یہ سورت ایک اعتبار سے سورۃ الانفطار کی وضاحت اور تشریح ہے۔ سورۃ الانفطار میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دوٹوک بات آئی تھی کہ:

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾﴾ ’’یقیناً نیکوکار بندے نعمتوں میں ہوں گے۔ اور یقیناً فاسق وفاجر جہنم میں ہوں گے۔‘‘

سورۃ المطففین میں اسی کی تفصیل ہے کہ نیکوکار لوگوں کے کیا اوصاف ہوں گے جن کی بدولت وہ جنت کی نعمتوں کے مالک ٹھہریں گے اور فاسق اور فاجر لوگ اپنے کن اعمال کی پاداش میں عذابِ جہنم کا حصہ بنیں گے۔

دونوں سورتوں کے آخرت میں قدر مشترک کے طور پر یہ دلیل بڑے وزن کے ساتھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس قدر اہتمام کے ساتھ پیدا کیا اور اس کی تمام ضروریاتِ زندگی کا بھی خاص اہتمام کیا۔ اس کے باوجود اگر انسان آخرت کو نہیں مانتا تو گویا یہ ساری تخلیق عبس ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ساری زندگی صبر اور استقامت کے ساتھ اپنے رب کی رضا چاہنے والا اور ظلم و ناانصافی پر ڈٹے رہنے والا برابر ٹھہریں جبکہ آخرت سے انکار کا مطلب یہی ہے کہ دونوں سے ان کے اعمال کے متعلق باز پرس نہیں ہوگی۔ انہیں غلط فہمیوں کا شکار لوگ دنیا میں ناانصافی اور ظلم کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کم تولنے والے بھی ہیں یعنی مطففین۔

﴿وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ﴿۱﴾﴾ ’’ہلاکت ہے کمی کرنے والوں کے لیے۔‘‘ وَیْل کے معنی تباہی، بربادی اور ہلاکت کے بھی ہیں اور یہ جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ہے۔ طف، لغوی اعتبار سے حقیر سی چیز کو کہا جاتا ہے اور مُطَفِّف وہ ہے جو حقیر سی چیز کی خاطر اپنے ایمان کا سودا کر رہا ہے۔

﴿الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾﴾ ’’وہ لوگ کہ جب دوسروں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔‘‘

﴿وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ﴿۳﴾﴾ ’’اور جب خود انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کمی کر دیتے ہیں۔‘‘

وہی دوکاندار جو دوسروں کو دیتے وقت ڈنڈی مارتا ہے جب خود مال لینے جاتا ہے تو وہاں وہ کسی قیمت پر ڈنڈی برداشت نہیں

مرتب: ابوابراھیم

کرتا۔ یعنی وہ اپنے لیے تو عدل چاہتا ہے اور دوسروں کے لیے ناانصافی۔ یہی دراصل آخرت سے انکار کی عملی صورت ہے۔ انسان کو یقین ہی نہیں ہوتا کہ ایک دن حساب ہونا ہے۔ وہ سمجھتا ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ دنیا میں جس کے پاس طاقت اور اختیار ہو وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ عراق میں لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کے بلاوجہ قتل عام کے باوجود امریکہ آج بھی سپریم پاور آف ارتھ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کوئی ہمیں پوچھنے والا نہیں ہے۔ جبکہ خود اپنے ساتھ وہ ذرا سی ناانصافی برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ یہ ہے دنیا میں عدل وانصاف کا قتل عام۔ دنیا میں عدل کے تقاضوں کو مکمل اور حتمی طور پر پورا کرنا ممکن نہیں۔ حقیقی عدل ایک ہی جگہ مل سکتا ہے اور وہ آخرت ہے۔ یعنی آخرت لازمی ہے تاکہ سب لوگوں کو انصاف مل سکے اور یہ بھی آخرت کے ہونے کی ایک دلیل ہے۔

﴿اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿۴﴾﴾ ’’کیا ان کو یہ گمان نہیں کہ وہ دوبارہ اٹھائے جانے والے ہیں۔‘‘

جو شخص بھی ناپ تول میں کمی کر رہا ہے وہ ایک اعتبار سے آخرت کا انکار کر رہا ہے۔ ڈنڈی مارتے ہوئے وہ سمجھ رہا ہے کہ مجھے دیکھنے والا کوئی نہیں۔ حالانکہ اللہ تو ہر وقت دیکھ رہا ہے مگر ڈنڈی مارنے والے کو یقین نہیں ہے اسی لیے وہ کم تول رہا ہے۔ زبان سے تو وہ آخرت کا انکار نہیں کرتا لیکن اس کا عمل ثابت کر رہا ہے کہ وہ نہیں مانتا۔

﴿لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵﴾﴾ ’’ایک بڑے دن کے لیے۔‘‘

﴿یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶﴾﴾ ’’جس دن کہ لوگ کھڑے ہوں گے تمام جہانوں کے رب کے سامنے۔‘‘

ناپ تول میں کمی کو بظاہر معمولی حرکت سمجھنے والا دراصل یا تو آخرت پر یقین نہیں رکھتا یا پھر اسے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ لیکن ایک دن ایسا ضرور آنے والا ہے جب سب لوگ اپنے آپ کو رب کے سامنے کھڑا پائیں گے۔

﴿کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ﴿۷﴾﴾ ’’ہرگز نہیں! یقیناً گناہگاروں کے اعمال نامے سجین میں ہوں گے۔‘‘

قرآن مجید میں بیشتر مقامات پر یہ بات واضح طور پر بیان ہوئی ہے کہ انسان کا کیا ہوا ہر عمل اور منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ لکھا جا رہا ہے۔ کراماً کاتبین دو فرشتے اسی ذمہ داری کو نبھا رہے ہیں۔ انسان کے مرنے کے بعد گناہ گاروں کا یہ اعمال نامہ مقام سجین میں محفوظ کر دیا جائے گا۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا سِجِّیْنٌ ﴿۸﴾﴾ ’’اور تم نے کیا سمجھا کہ سجین کیا ہے؟‘‘ ﴿کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۹﴾﴾ ’’لکھا ہوا دفتر۔‘‘

کافر و فاجر لوگوں کے اعمال نامے ’’سِجِّین‘‘ میں، جبکہ نیک لوگوں کے اعمال نامے ’’عِلِّیِّین‘‘ (بحوالہ آیت 18) میں ہوں گے۔ تاہم بعض احادیث سے پتا چلتا ہے کہ ’’سجین‘‘ ایک مقام ہے جہاں اہل دوزخ کی روحیں محبوس

ہوں گی‘ جبکہ اہل جنت کی ارواح ’’علیین‘‘ میں ہوں گی۔اس کا حاصل یہ ہے کہ اچھے نامۂ اعمال والی ارواح کو مقام علیین اور برے اعمال نامہ والی ارواح کو مقام سجین میں رکھا جائے گا۔سجن کے معنی ’’جیل خانہ‘‘ کے ہیں۔گویا برے لوگوں کی ارواح کو وہاں کسی جیل نما جگہ میں بند کر دیا جائے گا جو نہایت تکلیف دہ ہوگی۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑩﴾ ’’تباہی اور ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔‘‘

حساب کتاب کا پورا نظام اللہ نے تیار کر رکھا ہے۔جس میں ایک ذرہ برابر بھی نقص یا کمی نہیں ہے اور نہ کسی کے ساتھ کوئی ظلم ہوگا۔جس نے ذرے برابر بھی نیکی کی ہوگی تو وہ بھی دکھادی جائے گی اور ذرے برابر گناہ کیا ہوگا تو وہ بھی سامنے آجائے گا۔نزول قرآن کے وقت آخرت سے انکار صرف وہی لوگ کر رہے تھے جو آپ ﷺ کی نبوت اور قرآن پر ایمان نہیں لاتے تھے۔آج مسلمانوں کی اکثریت کلمہ گو ہونے کے باوجود عملاً آخرت کا انکار کر رہی ہے۔عظیم اکثریت کی ساری بھاگ دوڑ صرف دنیا کے لیے ہے۔آخرت کا نفع سوچنا تو دور کی بات اپنی دینی ذمہ داریوں کو جاننے کی کوشش بھی کوئی نہیں کرتا۔کاروبار، ملازمت وہ کریں گے جس میں منافع یا آمدن زیادہ ہو۔چاہے سود پر ہی مبنی کیوں نہ ہو جو اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کے مترادف ہے۔دنیا کی دوڑ میں حلال اور حرام کی تمیز بھی ختم ہوتی جارہی ہے اور یہ سب آخرت کو جھٹلانے کی واضح علامات ہیں۔ایسے لوگوں کے لیے حساب کتاب کا وہ دن ایک بہت بڑے حادثے سے کم نہ ہوگا اور وہ تباہی اور ہلاکت دائمی ہوگی۔

﴿الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ⑪﴾ ’’جو جھٹلا رہے ہیں جزاوسزا کے دن کو۔‘‘

ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ میرے ساتھ کوئی ناانصافی نہ ہو لیکن اس کے باوجود انسانوں کی اکثریت انصاف کے دن کو جھٹلا رہی ہے۔

﴿وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ⑫﴾ ’’اور نہیں جھٹلاتا اس دن کو مگر وہی کہ جو حد سے بڑھنے والا گناہگار ہے۔‘‘

﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑬﴾

’’جب اسے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ہماری آیات تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔‘‘

جو لوگ حدود سے بڑھ جائیں تو پھر ان کے لیے واپسی کا راستہ مشکل تر ہو جاتا ہے۔یہی معاملہ سردارانِ قریش کے ساتھ بھی درپیش تھا۔حالانکہ اپنی جگہ وہ تسلیم کرتے تھے کہ قرآن مجید انسانی کلام نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اپنے لوگوں کو مطمئن رکھنے کے لیے کہتے تھے کہ یہ تو پرانے لوگوں کے قصے ہیں جو کسی یہودی عالم سے سن رکھے ہیں۔لہٰذا ان کی بات مت مانو۔گویا قرآن کو حق ماننے کے باوجود وہ ہدایت سے دور تھے۔ایسا کیوں تھا؟اس کی اصل وجہ بھی قرآن نے بیان کردی:

﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭﴾ ’’نہیں! بلکہ (اصل صورتِ حال یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر زنگ آ گیا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔‘‘

اصل بات یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت کے باعث ان کے دلوں پر زنگ لگ چکا ہے۔جس کی وجہ سے ہدایت ان کے دلوں میں اُتر نہیں رہی۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہا پانی پڑنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے‘‘۔دریافت کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! اس زنگ کو دور کس چیز سے کیا جائے؟ فرمایا: ’’موت کی بکثرت یاد اور قرآن مجید کی تلاوت!‘‘۔آپ ﷺ نے دلوں پر لگنے والے زنگ کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ ’’بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔اگر وہ توبہ کر لے‘ اس گناہ سے باز آ جائے اور استغفار کرے تو اس کے دل کا یہ داغ صاف ہو جاتا ہے‘ لیکن اگر وہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہی چلا جائے تو وہ داغ بڑھتے جاتے ہیں‘ یہاں تک کہ سارے دل کو گھیر لیتے ہیں۔‘‘ (مسند احمد‘ ترمذی)

یہ Point of no return ہے اور یہی وجہ کہ گناہوں میں حد سے بڑھے ہوئے لوگ دانستہ آخرت کا انکار

پریس ریلیز 26 اگست 2016ء

غیر معمولی مقبولیت نے الطاف حسین کے دماغ میں خناس پیدا کر دیا تھا۔

آج کراچی میں الطاف حسین انتہائی ملامت زدہ شخص ہے

ایسا ملک جس میں چھیانوے فیصد سے زیادہ مسلمان رہتے ہوں اور وہاں اسلام کا نظام نافذ نہ ہو، یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے

حافظ عاکف سعید

غیر معمولی مقبولیت نے الطاف حسین کے دماغ میں خناس پیدا کر دیا تھا۔یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔اُنہوں نے کہا کہ کچھ عرصہ پہلے تک کراچی میں صورتِ حال یہ تھی کہ ہر کام الطاف حسین کے اشارہ ابرو پر کیا جاتا تھا۔میڈیا جو آزادی کی اتنی بھڑکیں مارتا ہے الطاف حسین کے سامنے دم نہیں مار سکتا تھا۔سندھ میں کوئی ٹی وی چینل الطاف حسین کی اجازت کے بغیر نشریات جاری نہیں رکھ سکتا تھا۔لیکن آج کراچی میں الطاف حسین انتہائی ملامت زدہ شخص ہے۔کراچی کے درودیوار سے اُس کی تصاویر اتار دی گئی ہیں اور اُس کا نام ونشان مٹایا جارہا ہے لیکن کوئی ایک آواز بھی احتجاج میں بلند نہیں ہو رہی اور نہ کوئی دکان بند کی جارہی ہے۔اُنہوں نے کہا کہ آغاز میں اقتدار کی ہوس میں مبتلا حکمرانوں نے ایم کیو ایم کو اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے استعمال کیا۔علاوہ ازیں بھٹو نے اندرون سندھ کے لوگوں کے لیے ملازمتوں میں کوٹہ مقرر کر کے اہل کراچی سے زیادتی کی یہ کوٹہ سسٹم آج تک جاری ہے۔ان زیادتیوں کی وجہ سے الطاف حسین مہاجروں کو ورغلانے میں کامیاب ہوا۔اُنہوں نے کہا کہ جب ہم اللہ کے دین سے غداری کا ارتکاب کرتے ہوئے پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے عہد سے منحرف ہو گئے۔تو یہ مصیبتیں، بحران اور ذلت ورسوائی ہمارا مقدر بن گئیں۔ہم گروہوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھنے لگے۔ہمارے مسائل کا حل صرف اسلام کے نظام عدل وقسط کا نفاذ ہے۔ایک ایسا ملک جس میں چھیانوے فیصد سے زیادہ مسلمان رہتے ہوں وہاں اسلام کا نظام نافذ نہ ہو، یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے۔اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم پاکستان میں نظام مصطفیٰ ؐ قائم کرنے کی بھرپور جدوجہد کریں تاکہ ایک باعزت قوم کی حیثیت سے زندہ رہیں۔(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں آخرت کے عذاب سے بچنے کی کوئی اُمید نہیں رہتی لہٰذا وہ جان بوجھ کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ حالانکہ مایوسی کفر کی حد تک بڑا گناہ اسی وجہ سے ہے کہ بندہ جان بوجھ کر اللہ کی رحمت سے انکاری ہو رہا ہوتا ہے۔ جبکہ اگر وہ سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ معاف کرنے والا ہے۔

﴿كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾﴾ ''نہیں! یقیناً یہ لوگ اُس دن اپنے رب سے اوٹ میں رکھے جائیں گے۔''

ایسے ہی لوگ جو جانتے بوجھتے آخرت کے دن کا انکار کرتے رہے اور دنیا کی خواہش اور گناہوں کی کثرت نے ان سے اللہ سے ملاقات کی خواہش چھین لی۔ انہیں اس دن واقعی اس شرف سے محروم کر دیا جائے گا۔ حالانکہ روزِ محشر پوری نوعِ انسانی اللہ کے رو برو ہو گی لیکن یہ محروم لوگ ایسے بدنصیب ہوں گے کہ اس کے باوجود اللہ کا دیدار نہیں کر سکیں گے اور یہ دانستہ منہ موڑنے کی سب سے بڑی سزا ہو گی۔

﴿ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿١٦﴾﴾ ''پھر انہیں جھونک دیا جائے گا جہنم میں۔''

﴿ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٧﴾﴾ ''پھر ان سے کہا جائے گا: یہ ہے وہ چیز جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے!''

دنیا کی خواہشوں میں ڈوب جانے اور گناہوں میں حد سے بڑھ جانے کے بعد جب واپسی کا راستہ مشکل ہو جاتا ہے تو کئی لوگ بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ جب وقت آئے گا تو دیکھ لیں گے۔ یہ دراصل جانتے بوجھتے آخرت کی تکذیب کرنے اور اُسے مذاق سمجھنے کے مترادف ہے (معاذ اللہ)۔ چنانچہ جہنم میں ڈالنے کے بعد انہیں ان کے اس رویے کا احساس دلایا جائے گا کہ یہی ہے وہ چیز جس کو تم مذاق سمجھتے تھے۔

﴿كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿١٨﴾﴾ ''نہیں! یقیناً نیکوکاروں کے اعمال نامے علیین میں ہوں گے۔''

قرآن بار بار واضح کر رہا ہے کہ آخرت میں کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو دنیا میں ایمان لائے اور یوم حساب کے خوف سے نیک عمل کرتے رہے۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿١٩﴾﴾ ''اور تمہیں کچھ اندازہ ہے وہ علیون کیا ہے؟''

﴿كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿٢٠﴾﴾ ''لکھا ہوا دفتر۔''

﴿يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢١﴾﴾ ''وہاں موجود ہوں گے ملائکہ مقربین۔''

جیسا کہ علیین کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ یہ نیک لوگوں کی ارواح کا مقام ہے اور ان کا اعمال نامہ بھی اسی مقام پر رکھا جاتا ہے۔ یہاں اللہ کے مقربین فرشتوں کی صحبت نہایت سعادت کی بات ہو گی۔

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿٢٢﴾﴾ ''یقیناً نیکوکار نعمتوں میں ہوں گے۔''

جو لوگ دنیا میں آخرت کے خسارے سے ڈرتے رہے اور اس وجہ سے دنیا کی رنگینیوں سے دور رہے۔ اب انہیں ان کے صبر کا پھل جنت کی بے شمار نعمتوں کی صورت میں ملے گا۔

﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿٢٣﴾﴾ ''وہ تختوں پر بیٹھے (مناظر جنت) دیکھ رہے ہوں گے۔''

دنیا میں شاہانہ تخت بادشاہوں کے نصیب ٹھہرتے ہیں اور عوام انہیں بڑی حسرت سے دیکھتے ہیں۔ لیکن جنت کے یہ تخت جو دنیا کے شاہی تخت سے کئی گناہ بڑھ کر ہوں گے متقین کا نصیب ٹھہریں گے اور وہ ان پر بیٹھے جنت کا نظارا کر رہے ہوں گے۔

﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿٢٤﴾﴾ ''تم دیکھو گے ان کے چہروں پر ترو تازگی کی علامات۔''

ان کے چہروں پر تازگی، بشاشت اور شگفتگی ہو گی کہ دیکھنے والے دیکھتے ہی پہچان جائیں گے کہ یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ کا خاص کرم ہوا ہے۔

﴿يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿٢٥﴾﴾ ''انہیں پلائی جائے گی خالص شراب جس پر مہر لگی ہو گی۔''

عربی زبان میں شراب کے معنی مشروب کے ہیں۔ جیسے قرآن میں بھی ہے: شراباً طهوراً۔ یعنی پاک صاف مشروب۔ جو نہ تو تلخ ہو گا۔ نہ اسے پی کر سر چکرائے گا اور نہ طبیعت بھاری ہو گی۔

﴿خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ﴾ ''اس کی مہر ہو گی مشک کی۔''

﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾﴾

''اس چیز کے لیے سبقت لے جانے کی کوشش کریں سبقت لے جانے والے۔'' اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ دنیا کی حقیر چیزوں کے پیچھے دوڑنے کے بجائے ان دوامی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے محنت اور مسابقت کریں۔

﴿وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿٢٧﴾﴾ ''اور اس کی ملونی ہو گی تسنیم سے۔'' اس شراب یعنی رحیق مختوم میں تسنیم کا مشروب بھی ملایا گیا ہو گا۔ اور یہ تسنیم کیا ہے؟

﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾﴾ ''یہ ایک چشمہ ہے جس پر جام نوشی کریں گے مقربین بارگاہ۔'' ایمان کی گہرائی، اللہ اور اس کے دین کے لیے قربانیاں اور اللہ سے وفاداری، ان سب چیزوں کے مدنظر اہل جنت کے مختلف مراتب ہوں گے اور ان میں مقربین کا مقام اعلیٰ تر ہو گا۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾﴾ ''یقیناً جو مجرم تھے وہ اہل ایمان پر ہنسا کرتے تھے۔''

وہ اہل ایمان کا مذاق اڑایا کرتے تھے کہ دیکھو ان بے وقوفوں کو جنہوں نے آخرت کے موہوم وعدوں پر اپنی زندگی کی خوشیاں اور آسائشیں قربان کر دی ہیں۔

﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾﴾ ''اور جب یہ ان کے قریب سے گزرتے تھے تو آپس میں آنکھیں مارتے تھے۔''

اب بھی اہل ایمان کی تضحیک و توہین کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا بلکہ انہیں تکلیف پہنچانے کے لیے ذہنی طور پر ٹارچر کرنے سمیت تمام تر حربے استعمال کیے جا رہے ہیں۔

﴿وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾﴾ ''اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تھے تو باتیں بناتے ہوئے لوٹتے تھے۔'' اہل ایمان کو تکلیف پہنچا کر انہیں خوشی ہوتی ہے اور اپنی اس کارگزاری کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے لیے نئی نئی باتیں بناتے ہیں۔

﴿وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَضَاۗلُّوْنَ ﴿٣٢﴾﴾ ''اور جب وہ ان (اہل ایمان) کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یقیناً یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔''

قریش مکہ بھی صحابہ کرامؓ کو دیکھ کر یہی کہتے تھے کہ یہ لوگ تو بھٹکے ہوئے ہیں، پٹڑی سے اُترے ہوئے ہیں۔

﴿وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٣٣﴾﴾ ''جب کہ انہیں نہیں بھیجا گیا تھا ان پر نگران بنا کر۔''

مشرکین کی حیثیت ہی کیا ہے کہ وہ اہل ایمان پر فقرے چست کریں اور یہ دیکھیں کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں کرتے۔ انہیں تو خود اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے۔

﴿فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾﴾ ''تو آج (قیامت) کے دن اہل ایمان ان کفار پر ہنس رہے ہیں۔''

﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ﴿٣٥﴾﴾ ''وہ تختوں پر بیٹھے (ان کا حشر) دیکھ رہے ہیں۔''

چنانچہ آخرت میں اہل ایمان مشرکین کا انجام دیکھ کر ہنس رہے ہوں گے کہ یہ بڑے دانا بنتے تھے اور ہمیں بہکا ہوا سمجھتے تھے۔ آج انہیں اپنی اوقات معلوم ہو گئی۔

﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾﴾ ''بدلہ مل گیا نا کافروں کو اس کا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے!''

جس طرح دنیا میں مشرکین اور کفار اہل ایمان کو ذہنی اذیت دیتے تھے، ان کا مذاق اُڑاتے تھے۔ آخرت میں انہیں اس کا بدلہ اسی طور پر دیا جائے گا۔

❁❁❁

اصحاب الاخدود

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

خون، وحشت اور غم میں ڈوبی ان بھوری آنکھوں میں خوف منجمد ہے۔ ننھے ہاتھ پاؤں راکھ اور دھول سے اَٹے پڑے ہیں۔ الجھے بکھرے بالوں تلے کھلے زخم سے بہتا خون اس کے معصوم 5 سالہ چہرے پر شام کی المناک کہانی رقم کر رہا ہے۔ اُدھر ایک سالہ کشمیری بچی چھرّوں اور فاسفورس ہتھیاروں سے چھیلی گئی ہے۔ وہ سب کچھ جو بین الاقوامی قوانین، کنونشنز کے تحت دنیا بھر میں ممنوع ہے، مسلمانوں کے معصوم گلابوں کی پنکھڑیاں بکھیرنے کے لیے روا ہے۔ عالمی ضمیر دن، دو دن کے لیے ٹویٹر پر جھرجھری لیتا ہے۔ اس کے لیے ایلان کردی کی طرح ننھی لاش درکار ہوتی ہے یا حلب کے عُمران کی خونچکاں سہمی تصویر۔ دنیائے کفر، زخمی کتے، ڈولفن، مرغابی ہی کی طرح انسانی بچے کے لیے بھی اتنی ہی حساس ہوتی ہے! لیکن دو چار ٹویٹ، ایس ایم ایس کر کے یہ بوجھ اتر جاتا ہے۔

اب عراق جنگ رکوانے کے لیے ملین مارچ والی نوبت بھی نہیں آتی الا یہ کہ آئی ایم چارلی کہنے کی ضرورت ہو! شام میں حلب، ادلب، الغوطہ، عراق میں فلوجہ پر کلورین سیرین گیس، کلسٹر بم، کیمیائی ہتھیار، سفید فاسفورس سب روا ہے۔ عراق میں جھوٹ پر مبنی پروپیگنڈا کر کے وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کا پہاڑا پڑھتے عالمی چودھری چڑھ دوڑے۔ اینٹ سے اینٹ بجادی۔ تیل کے چشمے لوٹ لیے۔ بعد ازاں پوری سفاک ڈھٹائی سے ڈریکولائی بتیسی دکھا کر قبول بھی کر لیا کہ یہ واویلا جھوٹا تھا! کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری! یہ ٹرمپ نہیں تھا۔ یہ تو مہذب نوبل پرائز یافتہ! اوباما، ہیلری اور ان کے پیش رو تھے! عراق میں تباہ کن ہتھیاروں کا واہمہ وبال جان بن گیا اور یہاں روس، امریکہ اور بقول اوباما 65 ممالک کا اتحاد شام پر جنگ میں یکسو ہے! ایران کا ہوائی مستقر استعمال کرتے ہوئے روس غیر معمولی شدت کے ہوائی حملوں کا حصہ ہے۔ حقوق کے عالمی چمپئن جو توہینِ رسالت، توہینِ قرآن اور ختمِ نبوت کے پرخچے اڑانے کا حق بڑی شدت سے مانگتے ہیں، ننھے بچوں، عورتوں کی پامالی اور کیمیائی جنگ کی درندگی پر گنگ ہیں۔ اسی پر بس نہیں۔ دہشت گردی کے نام پر اٹھائی گئی اس جنگ کی گرد کے پس منظر میں دنیا بھر میں مسلمانوں کو ایمان کی سزا دینے کے لیے عقوبت خانوں کا جنگل اگا ہوا ہے، جس میں انسانوں پر بھیڑیے چھوڑے گئے ہیں (انسانی روپ میں)۔ بشار الاسد کے شام کی بدنام سیدنیا (Saydnaya) جیل، گوانتانامو بے کو بھی شرماتی ہے۔ 2011ء سے اب تک یہاں ساڑھے سترہ ہزار سے زائد مسلمان مارے جا چکے ہیں۔ ناقابل یقین تشدد، اذیت، فاقہ کشی کے ہاتھوں۔ مہینوں، سالوں آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر، روشنی سے محروم، خواتین عصمت دری کا نشانہ بنائی جاتی ہیں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کا پال لوتھر کہہ رہا ہے کہ: انسانیت کے خلاف یہ شرمناک دھوکہ اب رکنا چاہیے۔ اتنا بڑا انسانی المیہ! روس نے اپنے اتحادی شامی کو بچانے کے لیے سالہا سال ویٹو کا استعمال کیا ہے اور بین الاقوامی جنگی جرائم کی عدالت میں اسے انسانیت کے خلاف جرائم اور جنگی جرائم کے خلاف مقدموں سے بچایا ہے۔ روس کا جرم کم نہیں لیکن امریکہ......؟ برطانیہ......؟ آج شام پر سالہا سال سے جاری درندگی میں ان کا حصہ کچھ کم تو نہیں۔

شامی بچے کی تصویر، شام کی آبادیوں پر برستے آگ بھرے بموں کی تپش قلب وروح کو جھلسائے دے رہی تھی کہ خبر کی دنیا نے امریکہ کا ایک منظر دکھا دیا۔ کیلی فورنیا میں لگی آگ کا دھواں لاس اینجلس تک پھیلا ہوا ہے۔ آسمان سے باتیں کرتے شعلے، آگ کی چھائی چھتریوں تلے خوفناک مناظر، نکل بھاگتے مکین...... بادل کی طرح چھائی آگ جس کے سامنے آگ بجھانے والا انجن کھلونے کی طرح بے وقعت، ہیلی کاپٹر اور ہوائی ٹینکر بے اثر ہیں۔ سائنس ٹیکنالوجی حیران کھڑی منہ تک رہی ہے۔ ایک شخص سر پکڑے کہہ رہا ہے: میں نے ماضی میں بہت مرتبہ آگ دیکھی ہے...... لیکن اتنے بلند شعلے......؟ اتنے قریب، شاہراہ کے بالکل ساتھ......! سینکڑوں گھر جل چکے ہیں...... 80 ہزار سے زائد آبادی اور ساڑھے 34 ہزار گھر نرغے میں ہیں۔ آگ کے بگولے، آگ کے بھنور چڑھے چلے آ رہے ہیں اور تیز ہوائیں اسے مہمیز دے رہی ہیں! بر سر زمین جہنم کا منظر ہے۔ یہ خدائی بیرل بم، کلسٹر بم ہیں۔

دنیا ایک مرتبہ پھر نام نہاد تہذیب کے عروج پر 21 ویں صدی میں اصحاب الاخدود کی دنیا بن چکی ہے۔ انسانی تاریخ میں حق وباطل کی جنگ میں بار بار یہ مناظر دوہرائے گئے ہیں۔ ایمان کی سزا حضرت ابراہیمؑ کو نارِ نمرود میں پھینک کر دینے کی کوشش ناکام ونامراد ہوئی۔ البتہ اولادِ ابراہیمؑ پر یہ سزا جب بھی لاگو ہوئی بظاہر اہلِ ایمان تپائے جلائے گئے، لیکن جنت کے سچے وعدے کو پانے والوں نے ایمان سے پھرنا گوارا نہ کیا۔ سورۃ البروج میں اللہ نے انہی واقعات کی یاد دہانی کرواتے ہوئے آگ بھڑکانے والوں، اہل ایمان مردوں عورتوں پر ظلم توڑنے والوں اور تماشا دیکھنے والوں پر اظہار غضب فرمایا ہے۔ نائن الیون سے پہلے جہنم کی سزائیں ہولناک لگتی تھیں۔ تاہم باگرام، ابوغریب، گوانتانامو بے سے لے کر مسلم ممالک سمیت عقوبت خانوں میں مسلمانوں پر جو قیامتیں روا رکھی گئیں اس کے بعد سزاؤں کا باب سمجھ آیا۔ بے گناہ انسانوں پر بمباریاں کرتے، آگ برساتے، جیلوں میں قیامت توڑتے دیکھ کر یہ مناظر سمجھ آتے ہیں۔

مثلاً: ان جھٹلانے والے خوشحال لوگوں سے نمٹنے کا کام تم مجھ پر چھوڑ دو اور انہیں ذرا کچھ دیر اسی حالت پر رہنے دو۔ ہمارے پاس ان کے لیے بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔ (المزمل: 11 تا 13) اور یہ کہ: کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی۔ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار ختم ہو گیا۔ (حکم ہوگا) پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو۔ پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ (الحاقۃ: 25 تا 32)

اور یہ بھی: پکڑو اسے اور رگیدتے ہوئے لے جاؤ اس کو جہنم کے بیچوں بیچ اور انڈیل دو اس کے سر پر کھولتے پانی کا عذاب۔ چکھ اس کا مزہ، بڑا عزت دار آدمی ہے تو...... یہ وہی چیز ہے جس کے آنے میں تم شک رکھتے تھے۔ (الدخان:47تا50)

یہ اس دنیا کے مناظر ہیں جس کا ہر انسان سے فاصلہ صرف ایک سانس کا ہے (خدانخواستہ)۔ جس کی خبر اربوں انسانوں کی اس دنیا میں بار بار دینے کے لیے پاکیزہ کامل اکمل ترین انسانوں (انبیاءؑ) کا گروہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد میں آیا...... اور یہ آخری دور امام الانبیاء محمد ﷺ کا ہے۔ جس سے انکار نہیں کرتی سوائے ڈارون کی ذریت! کیا کشمیر، فلسطین، افغانستان، شام میں پروانہ وار دین پر نچھاور ہونے والوں کا گرم لہو حق کی صداقت کی نہایت بلند آہنگ گواہی نہیں......؟ جس صدا کو دبانے کے لیے دنیا میں سارے ڈھول ڈرم باجے گٹار بجا بجا کر طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے! غلامی کے مارے مسلمان بھی بدنصیبی سے اسی کے آج اسیر ہیں۔ قیام پاکستان پر سرحد کی خونیں لکیر عبور کرتے ہی مسلمان سجدہ ریز ہو جاتے آزادی کی نعمت پر شکرانہ ادا کرتے۔ ہم سجدوں سے نکل کر بھنگڑوں، رقص وسرود کے نئے پاکستان میں داخل ہو چکے ہیں۔ 14 اگست پر واہگہ بارڈر کی تصویر میں دو لڑکیاں بازو پھیلائے (شکرانے کے طور پر!) محوِ رقص تھیں۔ پس منظر میں پاکستانی جھنڈے نہ ہوتے تو ہم اسے سرحد پار بھارت کا منظر سمجھتے!

راولپنڈی میں ایک اشتہار بھی جا بجا دیکھا: مومن صوم وصلوٰۃ سے نہیں معاملات سے پہچانا جاتا ہے۔ اشتہاری کمپنی نے یہ قول زرّیں کس حوالے سے لگا رکھا تھا، موجود نہ تھا۔ معاملات کی اہمیت سے انکار نہیں، تاہم آگے منظر تو کچھ اور ہے! مومن کی پہچان تو مومن کا رب ہی بتا سکتا ہے: تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے۔ (المدثر:42،43) معاملات تو درست نماز ہی کا نتیجہ ہیں۔ کیوں مومن کی معراج کو ہلکا کر دکھانے پر مامور ہیں؟ اس بے چارے اونٹ پر کوئی کیا روئے جو صحرا میں پیاسا مر گیا، اس حال میں کہ پانی کا ڈول خود اس کے اوپر لدا ہوا تھا! کتابوں سے لدا گدھا یہودی مثال تھا اور یہ اونٹ مسلمان کی مثال!

☆☆☆☆

دعوت فکر

بھنور میں پھنسی مسلم دنیا

مفتی سید عدنان کاکاخیل

واضح طور پر پتہ چل رہا ہے کہ ملک عزیز، مملکت خداداد پاکستان چاروں طرف سے اپنے بدخواہوں کے گھیرے میں آ چکا ہے۔ ابھی وطن عزیز میں آزادی کی نعمت کا شکریہ ادا کرنے کے دن آنے کو تھے کہ کوئٹہ سول ہسپتال میں ہونے والے اندوہناک حادثے نے پورے ملک کی فضا انتہائی سوگوار کر دی۔ یہ حادثہ اس اعتبار سے بھی بہت خونیں ثابت ہوا کہ کوئٹہ بار کی تقریباً تمام قیادت اور نوجوان وکلاء کی ایک بڑی تعداد اس بدترین دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ گئی۔

دشمن کے غیر معمولی بے باک اور فعال ہونے کا اندازہ اس بات سے لگتا ہے کہ گزشتہ دو دہائیوں سے صوبہ بلوچستان عملاً سیکیورٹی فورسز کے ہاتھ میں ہے۔ کوئٹہ کی کوئی سڑک ایسی نہیں ہے۔ جس پر ناکے نہ لگے ہوں۔ اس سب کے باوجود دہشت گردی کے اتنے بڑے واقعہ کا ہو جانا یقیناً کوئی آسانی سے نظر انداز کرنے والی چیز نہیں ہے۔ پاکستان میں ہونے والے ان واقعات کو عالم اسلام کے دیگر خطوں میں جاری انارکی، خانہ جنگی، افراتفری اور بدامنی کے تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ اسلامی دنیا کی نئی جغرافیائی حد بندیاں کرنے کا عالمی منصوبہ پوری تیزی سے اپنے انجام تک پہنچانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جب خلافت عثمانیہ کے حصے بخرے کیے گئے تو کس قدر چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی اسلامی ریاستیں وجود میں لائی گئیں۔ چند ایک ممالک کسی نہ کسی درجے میں ایک طاقتور جغرافیائی اکائی رکھنے والے باقی رہ گئے تھے۔ اب عالمی جنگ کے اس مرحلے میں ان کو تقسیم در تقسیم کرنے کے پرانے منصوبوں پر عملدرآمد جاری ہے۔ سوڈان، مصر، عراق، سعودی عرب، افغانستان اور پاکستان عالم اسلام کے وہ چھ بڑے ممالک ہیں جو ہر اعتبار سے قدرت کے انعامات سے مالا مال اور اسلامی اُمت کا ایک اہم ترین حصہ ہیں۔

سوڈان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا چکا ہے۔ مزید تقسیم کرنے کے منصوبوں پر عمل جاری ہے۔ عراق کو شیعہ، سنی اور کرد بنیادوں پر تین حصوں میں کاٹ دینے کی کوششیں اب فیصلہ کن مراحل میں داخل ہو چکی ہیں اور اگر عراقی عوام نے خانہ جنگی کی اس کیفیت سے باہر نکل کر کوئی لائحہ عمل نہ اپنایا تو یہ عظیم اسلامی ریاست بھی اپنی جغرافیائی وحدت برقرار رکھتی ہوئی نظر نہیں آ رہی۔ مصر میں صدر مرسی کی منتخب حکومت کی جس طرح بساط لپیٹی گئی اور اس وقت دین پسند عوام مصر میں جس ریاستی جبر وتشدد کا شکار ہیں، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ تیسرا ملک سعودی عرب ہے۔ سعودی عرب کے چاروں طرف سخت خطرات کے مہیب بادل منڈلا رہے ہیں۔ سعودی سرحدات پر واقع تمام ممالک میں خانہ جنگی ہے۔ عراق، شام، یمن اور بحرین سعودی عرب کے سرحدی ممالک ہیں۔ اور چاروں میں سخت قسم کی خانہ جنگی اور افراتفری کی فضا ہے۔ اس افراتفری کو سعودی عرب کے اندر منتقل کرنے کی بھرپور کوششیں جاری ہیں۔ سعودی شاہی خاندان کا داخلی انتشار بھی سعودی عرب کی یکجہتی و سالمیت اور نظام کے استحکام میں سخت رکاوٹ ہے۔ بااثر شہزادوں کے مابین تعلقات کشیدہ ہیں اور بے اثر شہزادے ان بااثر کو بھی بے اثر دیکھنا چاہتے ہیں۔

افغانستان کو دیکھیے تو وہاں قریباً چالیس سال سے امن کا دن کسی نے نہیں دیکھا۔ ہر صبح خون اور بارود کی بو کے ساتھ طلوع ہوتی ہے اور ہر شام لاشوں کا تحفہ دے کر غروب ہوتی ہے۔ اب افغانستان کو پانچ حصوں میں بانٹنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ افغان اور فارسی عصبیت کو اس حد تک پہنچا دیا گیا ہے کہ واپسی مشکل لگ رہی ہے۔ آنے والے دس پندرہ سالوں میں خاک وخون کے اس دردناک منظر سے افغانستان کا باہر نکلنا مشکل نظر آ رہا ہے۔

ان سب مناظر اور حرکیات کو ذہن میں رکھتے ہوئے پاکستان کی طرف آیئے تو پھر اندازہ ہو گا کہ معاملہ اس قدر سادہ نہیں۔ پاکستان اپنی سالمیت اور بقا کی فیصلہ کن جنگ لڑ رہا ہے۔ آیئے! تاریخ کے اس نازک ترین موقع پر پاکستان کے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔ آیئے! تمام مذہبی، لسانی، علاقائی، قومی اور صوبائی اختلافات پس پشت ڈال کر اسلام اور پاکستان کے نام پر ایک ہو جائیں۔

❀❀❀

عیدِ قرباں اور اُسوۂ ابراہیمی

قرآن حکیم کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

حج اور عید الاضحیٰ دونوں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت ہی کے گرد گھومتے ہیں، جن کی تعظیم و تکریم روئے زمین کے بسنے والوں کی دو تہائی تعداد کرتی ہے اور ان دونوں کے مراسم و مناسک ان کی حیات طیبہ کے بعض واقعات کی یادگار ہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طویل سفرِ حیات کا لب لباب اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ ہے: ''امتحان و آزمائش'' جس کے لئے قرآن حکیم کی اپنی جامع اصطلاح ''ابتلاء'' ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں ان کی پوری داستان حیات کو ان چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے ''اور جب آزمایا ابراہیمؑ کو اس کے رب نے بہت سی باتوں میں تو اس نے ان سب کو پورا کر دکھایا۔'' (آیت:124) سورۃ الملک کی ابتدائی آیات میں فرمایا: ''وہ جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو کہ تمہیں آزمائے کہ کون ہے تم میں سب سے اچھا عمل کے اعتبار سے۔'' (آیت:2) بقول علامہ اقبال ؎

قلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی!

انسان کی فلاح و کامیابی کا دارومدار اس پر ہے کہ وہ اپنے خالقِ حقیقی اور پروردگارِ حقیقی کی معرفت حاصل کرے اور اس کی محبت سے سرشار ہو جائے' جو گویا امتحان ہے اس کی عقل و خرد کا اور آزمائش ہے اس کے قلب سلیم اور فطرت سلیمہ کی —— اور پھر پورے عزم و استقلال اور صبر و ثبات کے ساتھ قائم و مستقیم رہے اس کی اطاعت کلی اور فرمان برداری کامل پر جو کہ گویا امتحان ہے اس کے عزم اور حوصلے کا اور آزمائش ہے اس کی سیرت کی پختگی اور کردار کی مضبوطی کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی سب سے پہلے اسی عقل سلیم اور فطرت سلیمہ کے امتحان سے سابقہ پیش آیا۔ انہوں نے ایک ایسے ماحول میں آنکھ کھولی جس میں ہر طرف کفر اور شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے اور کہیں بتوں اور مورتیوں کی پوجا ہو رہی تھی تو کہیں ستاروں اور سیاروں کو پوجا جا رہا تھا۔ اس ماحول میں آنکھ کھولنے اور پرورش پانے والے نوجوان نے جب یہ نعرہ لگایا کہ ''میں نے تو اپنا رخ پھیر دیا اس ذات کی طرف جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ہر طرف سے یکسو ہو کر اور میں ہرگز اس کے ساتھ شرک کرنے والا نہیں۔'' (الانعام:79) تو کیا آسمان اور زمین وجد میں نہ آ گئے ہوں گے اور کون و مکان میں ہلچل نہ مچ گئی ہوگی۔ بقول علامہ اقبال ؎

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے!

عقل و فطرت کی اس آزمائش اور معرفت رب کے اس امتحان میں کامیابی کے فوراً بعد ''استقامت'' کی جانچ پرکھ کا ایک طویل اور جاں گسل سلسلہ شروع ہو گیا' جس میں ہر لحظہ امتحان تھا' ہر آن ابتلاء۔ ایک جانب ایک نوجوان تھا اور دوسری جانب پوری سوسائٹی اور پورا نظام۔ گویا ''کشاکش خس و دریا'' کا دیدنی نظارہ! عزم و ہمت کا وہ کون سا امتحان تھا جو اسے پیش نہ آیا۔ صبر و ثبات کی وہ کون سی آزمائش تھی جس سے وہ دوچار نہ ہوا۔ حوصلہ تحمل و برداشت اور جذبہ ایثار و قربانی کی جانچ پرکھ کا وہ کون سا طریقہ تھا جو اُن پر آزمایا نہ گیا۔ گھر سے وہ نکالے گئے۔ معبد میں اُن پر دست درازی ہوئی۔ سرعام اس پر ہجوم کیا گیا۔ دربار میں اُن کی پیشی ہوئی اور آگ میں وہ ڈالے گئے۔ بقول شاعر

اس راہ میں جو سب پہ گزری ہے سو گزری
تنہا پسِ زنداں کبھی رسوا سربازار!
کڑکے ہیں بہت شیخ سرِ گوشۂ منبر
گرجے ہیں بہت اہلِ حکم برسرِ دربار

لیکن نہ کبھی اس کے جوش اور ولولے میں کوئی کمی آئی' نہ پائے ثبات میں کوئی لغزش! باپ سے ''وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا'' کی غیظ آمیز جھڑکی کھا کر بھی وہ پورے ادب و احترام اور پورے حلم و وقار کے ساتھ یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے: ''تم پر سلامتی ہو! میں اپنے پروردگار سے تمہارے لئے معافی کی درخواست کروں گا' حقیقتاً وہ مجھ سے بڑا مہربان ہے اور میں اعلانِ برأت کرتا ہوں تم سب سے بھی اور ان سے بھی جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو اور میں تو پکاروں گا صرف اپنے پروردگار ہی کو......! مجھے یقین ہے کہ میں اس کو پکار کر بے نصیب نہ رہوں گا۔'' (مریم:47،48) دربار میں پیشی ہوئی تو ؎

نہ لاؤ سواس دل میں جو ہیں تیرے دیکھنے والے
سرِ مقتل بھی دیکھیں گے چمن اندر چمن ساقی!

کے مصداق خدائے واحد و قہار کے پرستار نے دنیوی شان و شوکت' جاہ و جلال اور دبدبے اور طنطنے کو ذرہ بھر بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے شہنشاہ وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعلان کیا: ''میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔'' (البقرہ:258) اور جب ربوبیت والوہیت کے مدعی مغرور نے مناظرانہ رنگ میں کہا: ''مجھے بھی زندہ رکھنے یا مار دینے کا اختیار حاصل ہے۔'' تو پوری جرأت رندانہ اور شانِ بے باکانہ کے ساتھ ترکی بہ ترکی جواب دیا: ''تو اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے (تجھ میں کچھ الوہیت ہے) تو تُو اسے مغرب سے طلوع کر کے دکھا'' (البقرہ:258) نتیجتاً اس کافر مردود نمرود کے پلے سوائے مرعوبی و مبہوتی کے اور کچھ نہ رہا اور پھر جب پوری قوم' پوری سوسائٹی اور پورے نظام باطل نے اپنی شکست پر جھنجھلا کر اُنہیں آگ کے ایک بڑے الاؤ میں ڈالنے اور جلا کر راکھ کر دینے کا فیصلہ کیا تب بھی اُن کے عزم اور ارادے میں کوئی تزلزل نہ آیا اور عشق کی اس بلند پروازی پر وہ عقل بھی انگشت بدنداں رہ گئی جس نے ابتداً اسے خود ہی اس راہ پر ڈالا تھا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی!

اور جب خدائے علیم و قدیر نے اسے آگ سے معجزانہ طور پر زندہ و سلامت نکال لیا تو اس نے یہ کہتے ہوئے کہ: ''میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں' یقیناً وہ مجھے راہ یاب کرے گا۔'' (الصّٰفّٰت:99) گھربار اور ملک و وطن سب کو خیر باد کہا اور آباء و اجداد کی سرزمین کو باحسرت و یاس دیکھتا ہوا وہ ان دیکھی منزل کی جانب

روانہ ہوگیا‘ تاکہ صرف خدائے واحد کی پرستش کرسکے اور محض اسی کے نام کا کلمہ پڑھ سکے! حالانکہ اب زندگی کے اس دور کا آغاز ہو چکا تھا جس میں جوانی کا زور ٹوٹتا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے اور بڑھاپے کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ بقول حالی ؎

ضعفِ پیری بڑھ گیا‘ جوشِ جوانی گھٹ گیا
اب عصا بنوایئے نخلِ تمنا کاٹ کر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کے بعد کی پوری زندگی مسلسل مسافرت و مہاجرت کی داستان ہے۔ آج شام میں ہیں تو کل مصر میں‘ پرسوں شرق اردن میں ہیں تو اگلے روز حجاز میں۔ کوئی فکر ہے تو صرف اس کی اور دھن ہے تو محض یہ کہ توحید کا کلمہ سربلند ہو اور دعوتِ توحید کے جابجا مراکز قائم ہو جائیں۔ اپنی ان کوششوں میں وہ اس بوڑھے باغبان سے نہایت گہری مشابہت رکھتے ہیں جو جابجا اپنے لئے نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے باغ لگاتا پھر رہا ہو۔

جب بڑھاپے کے آثار کچھ زیادہ ہی طاری ہوتے محسوس ہوئے اور ادھر یہ نظر آیا کہ اولاد سے تا حال محرومی ہے‘ تو فکر دامن گیر ہوئی کہ میرے بعد اس مشن کو کون سنبھالے گا۔ وطن سے ایک بھتیجے نے ان کے ساتھ ہجرت کی تھی جسے شرق اردن میں دعوتِ توحید کی علم برداری سونپ دی تھی۔ اللہ سے دُعا کی ”پروردگار! نیک وارث عطا فرما“ (الصّٰفّٰت:100) اور اللہ کی شان کہ خالص معجزانہ طور پر ستاسی برس کی عمر میں اللہ نے ایک چاند سا بیٹا عطا فرما دیا اور وہ بھی ایسا جسے خود اللہ نے ”غلام حلیم“ قرار دیا۔ جیسے جیسے بیٹا بڑا ہوتا گیا گویا بوڑھے باپ کا نخلِ تمنا دوبارہ ہرا ہوتا گیا۔ یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ کیسی جذباتی وابستگی بوڑھے باپ کو اس بیٹے سے ہوگی اور کیسی اُمیدیں اس نے اپنے دل میں اس کے ساتھ وابستہ کر لی ہوں گی۔

بیٹا برابر کا ہونے کو آیا تو گویا باپ کا دست و بازو بن گیا اور دونوں نے مل کر توحید کے عظیم ترین مرکز یعنی کعبۃ اللہ کی دیواریں اُٹھائیں‘ جسے قرآن حکیم نے ”اَلْبَیْتُ الْعَتِیْق“ بھی قرار دیا اور ﴿اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ﴾ کا مصداق بھی۔ یہ مقدس معمارانِ حرم جن جذبات کے ساتھ تعمیر کر رہے تھے ان کی عکاسی قرآن حکیم کی ان آیات میں بتمام کمال کی گئی ہے۔ ”اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی دیواریں اُٹھا رہے تھے (تو کہتے جاتے تھے) پروردگار ہمارے! قبول فرما ہم سے (ہماری یہ خدمت)‘ یقیناً تو سب کچھ سننے والا بھی ہے اور سب کچھ جاننے والا بھی۔ اور اے رب ہمارے! بنائے رکھ ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار‘ اور اُٹھا ہماری اولاد میں سے ایک فرمانبردار اُمت۔“ (البقرۃ:127‘128)

ادھر بوڑھا باپ اپنے جوان ہوتے ہوئے بیٹے کو دیکھ دیکھ کر جی رہا تھا‘ اُدھر قدرت مسکرا رہی تھی۔ اس کے ترکشِ امتحان میں ابھی ایک تیر باقی تھا‘ دل کو چھید جانے والا اور جگر سے پار ہو جانے والا تیر! گویا ابھی آخری آزمائش باقی تھی‘ محبت اور جذبات کی آزمائش‘ اُمیدوں‘ آرزوؤں اور تمناؤں کا امتحان۔ حکم ہوا اپنے بیٹے کو قربان کر دو۔ زمین پر سکتہ طاری ہوگیا‘ آسمان لرز اُٹھا‘ لیکن نہ بوڑھے باپ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش پیدا ہوئی‘ نہ نوجوان بیٹے کے صبر و تحمل میں کوئی لرزش! دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ عین آخری لمحے پر رحمتِ خداوندی حکمتِ امتحان پر غالب آ گئی اور بوڑھے باپ کی امتحان میں کامیابی کا اعلان کر دیا گیا۔ بغیر اس کے کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح شدہ لاش فی الواقع اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ سورۃ الصّٰفّٰت میں کتنے قلیل الفاظ میں صورتِ حال کی مکمل تصویر کھینچ دی گئی ہے۔ ”تو جب وہ (بیٹا) اس (باپ) کے ساتھ بھاگ دوڑ کرنے کے قابل ہوا تو اس نے کہا: میرے بچے! میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں‘ تو تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: ”ابا جان! کر گزریئے جو حکم آپ کو مل رہا ہے‘ آپ ان شاء اللہ مجھے صابر ہی پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اس نے اسے پیشانی کے بل پچھاڑ دیا تو ہم نے پکارا! اے ابراہیمؑ (بس کر) تو نے خواب پورا کر دکھایا۔ ہم اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں نیکو کاروں کو۔ یقیناً یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔“ (الصّٰفّٰت 102 تا 106) گویا جس کا امتحان لیا جا رہا تھا اس نے ہمت نہ ہاری‘ ممتحن ہی کو بس کرنا پڑی۔ جس نے نہ صرف یہ کہ اس بیٹے کی جگہ مینڈھے کی قربانی بطور فدیہ قبول کر لی بلکہ اس کی یادگار کے طور پر ہمیشہ ہمیش کے لئے قربانی کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ اس امتحان اور آزمائش کی ایک طویل داستان کمال کو پہنچی اور عقل و فطرت کی سلامتی اور سیرت و کردار کی پختگی کی کٹھن جانچ پرکھ اور جذبات و احساسات کے ایثار اور محبت کی قربانی کے مشکل امتحانات سے گزر کر اللہ نے اپنے برگزیدہ بندے کو امامت الناس کے منصب پر فائز کیا۔ ”سلام ہو ابراہیم پر! اسی طرح ہم بدلہ دیا کرتے ہیں نیکو کاروں کو‘ یقیناً وہ ہمارے صاحب یقین بندوں میں سے تھا۔“ (الصّٰفّٰت: 109 تا 111)

گویا یہ ہے ایک سچے مسلمان کی زندگی کی ایک کامل تصویر اور ”ایمان حقیقی“ کی صحیح تعبیر۔ بقول مولانا محمد علی جوہر ؎

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!

سورۃ الحج میں حج کے دو ہی بنیادی ارکان کا ذکر ہے: ایک اللہ کے نام پر جانوروں کی قربانی اور دوسرے طواف بیت اللہ‘ اور ان میں سے بھی زیادہ زور اور تکرار قربانی پر ہی ہے۔ ”اور ہم نے ہر ایک امت کے لیے قربانی کا طریق مقرر کر دیا ہے تاکہ جو مویشی چارپائے اللہ نے ان کو دیئے ہیں (ان کے ذبح کرنے کے وقت) ان پر اللہ کا نام لیں۔“ (الحج:34) ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے کہ جس طرح ہم نے دین کے دوسرے تمام حقائق کو محض رسموں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے‘ جس کا مرثیہ علامہ اقبال نے اس شعر میں کیا تھا کہ ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالیؓ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالیؒ نہ رہی!

اسی طرح قربانی کی روح بدقسمتی سے ہماری عظیم اکثریت کے عمل ہی سے نہیں وہم و خیال سے بھی غائب ہو چکی ہے اور اب اس کی حیثیت بعض کے نزدیک محض ایک رسم کی ہے اور اکثر کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ایک قومی تہوار کی۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہر سال پندرہ لاکھ سے بھی زائد کلمہ گو حج کرتے ہیں اور بلا مبالغہ کروڑوں کی تعداد میں جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے‘ لیکن اُس روحِ تقویٰ کا فقدان ہے جس کی رسائی اللہ تک ہے۔ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل‘ وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے!

کاش کہ ہم جرأت کے ساتھ موجودہ صورتحال کا صحیح تجزیہ کر سکیں اور اصل روحِ قربانی کو اپنی شخصیتوں میں جذب کرنے پر کمر ہمت کس لیں‘ اور عید قربان پر جب اللہ کے لئے ایک بکرا یا دنبہ ذبح کریں تو ساتھ ہی عزم مصمم کر لیں کہ اپنا تن‘ من‘ دھن اس کی رضا پر قربان کر دیں گے۔

❀❀❀

سائبر کرائم بل بنیادی طور پر باہر سے لایا گیا ایجنڈا ہے تاکہ لوگ یہاں پر اسلام کی بات کرتے ہوئے بھی محتاط ہو جائیں بلکہ بات کرنا ہی چھوڑ دیں، ہر آدمی سوشل میڈیا کے ذریعے بغیر کسی ثبوت کے رائے زنی شروع کر دے تو یہ غلط ہے، انارکی ہے، فساد ہے اور اسلامی تعلیمات کے بھی خلاف ہے: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

علماء کے پاس یہ ایک بہترین موقع ہے کہ وہ ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر سائبر کرائم بل کے خلاف کم از کم کسی ایسی عدالت میں جائیں جہاں ان کی بات سنی جائے اور وہاں وہ اس بل کے متنازعہ امور کے حوالے سے کیس دائر کریں: رضاء الحق

سائبر کرائم بل.....خوبیاں اور خامیاں کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: آج کل سائبر کرائم بل زیر بحث ہے۔کیا پاکستان میں اس بل کی ضرورت تھی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: میرے خیال میں بل کی ضرورت ہے کیونکہ ہر قانون کسی چیز کو ریگولیٹ کرنے کے لیے بنتا ہے۔آج انفارمیشن ٹیکنالوجی میں بہت ساری چیزیں استعمال ہو رہی ہیں جیسے انٹرنیٹ ہے، ای میلز ہیں، بلاگز ہیں اور خاص طور پر سوشل میڈیا تو عوام میں بہت زیادہ active ہے۔لہٰذا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس حوالے سے قانون سازی کرے تاکہ ان چیزوں کا غلط استعمال نہ ہو سکے۔ایسی حدود و قیود متعین کی جائیں جن کے اندر رہ کر اس ٹیکنالوجی کا جائز استعمال کیا جا سکے۔لیکن قانون سازی کا صحیح طریقہ جمہوری ممالک میں یہ ہوتا ہے کہ پہلے عوام میں اس بل کی ضرورت کا احساس اجاگر کیا جائے، عوام کی ذہن سازی کی جائے اور معاملے کو بحث مباحثے کے لیے عوام میں لایا جائے تاکہ ان حدود و قیود کا تعین کرنے میں آسانی ہو۔اس بحث و مباحثے کے نتیجے میں جو آراء سامنے آئیں ان کے مطابق ممبران اسمبلی قانون سازی کریں۔ قانون سازی کرنا اسمبلی کا حق ہے لیکن ہمارے ہاں ہوتا یہ ہے کہ ایمرجنسی میں کہیں سے کوئی ہدایات آتی ہیں اور کسی بیرونی ایجنڈے پر مشتمل بل اسمبلی میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ عوام کو خبر بھی نہیں ہوتی حتیٰ کہ ممبران اسمبلی کو بھی پتا نہیں ہوتا کہ بل کیا ہے جس کے حق میں انہوں نے ووٹ دیا ہے۔ اب دیکھئے کہ سائبر کرائم بل اپریل 2015ء میں اسمبلی میں پیش ہوا اور عوام الناس کو اس کے خدوخال کا تب پتا چلا جب سینٹ نے 55 ترامیم کر کے واپس اسمبلی میں بھیج دیا اور اخبار میں خبر آئی۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ یہ بل پیش ہونے سے پہلے لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اس حوالے سے قانون سازی ہو رہی ہے، عوامی حلقوں میں، پریس میں، متعلقہ اداروں اور جتنے بھی سٹیک ہولڈرز ہیں ان میں اس پر بحث ہوتی اور سب اپنی آراء دیتے کہ یہ چیزیں اس میں شامل ہونی چاہیں یہ نہیں ہونی چاہیں تو بل متنازعہ نہ ہوتا۔ بجائے اس کے اب جبکہ بل بالکل فائنل سٹیج پر پہنچ گیا اور اب صرف صدر کے دستخط ہونا باقی ہیں تو اسے ظاہر کیا گیا تو متنازعہ تو ہونا ہی تھا۔

سوال: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب حیا نہ رہے تو جو جی چاہے کر۔ یعنی جس انسان کے اندر سے حیا ختم ہو جائے پھر وہ بڑے سے بڑا گناہ بھی کر سکتا ہے۔ ہمارے ممبران اسمبلی کا فرض بنتا تھا کہ وہ فحاشی وعریانی کے سیلاب کو روکنے کے لیے بھی قانون سازی کرتے۔ اس حوالے سے اس بل میں کیا ہے؟

رضاء الحق: اس بل میں اس حوالے سے صرف دو ہی چیزیں ہیں۔ چائلڈ پورنو گرافی (child pornography) یعنی اصلی یا جعلی فحش مواد میں بچوں کا استعمال، چاہے تصویر کی حد تک ہو یا حرکت میں ان دونوں چیزوں کو جرم قرار دیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مغرب میں جنرل پورنو گرافی کی اجازت ہے، وہاں پر لوگ پورنو گرافی کی سائٹس دیکھ سکتے ہیں۔ وہاں ایک ہی ایشو ہے کہ چائلڈ (child) یعنی مائنرز (minors) کو پورن (porn) کے اندر استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اب جب پاکستان میں سائبر کرائم بل آیا ہے تو اس میں بھی ہو بہو مغرب کی طرز پر صرف چائلڈ پورنو گرافی کو جرم قرار دیا گیا ہے جبکہ یہاں جنرل پورنو گرافی بھی غیر اخلاقی اور غیر قانونی کام ہے بلکہ اسلام میں تو یہ ایک بڑا گناہ ہے۔ لہٰذا اس بل میں ترمیم کرنے کی ضرورت ہے کہ انٹرنیٹ سروس فراہم کرنے والے چاہے وہ روایتی ہوں یا موبائل کمپنیز ان کے اوپر ذمہ داری ڈالی جائے کہ ان چیزوں کو فلٹر کریں۔ اگر وہ یہ نہیں کرتے تو پھر ان کے خلاف ایکشن لیا جائے اور انہیں سزا دی جائے۔

سوال: لیکن آئی ایس پیز تو اس بل سے باہر ہیں؟

رضاء الحق: ان کی liabilities کو اس بل میں شامل کیا جائے اور مناسب بار ذمہ داری ان پر ڈالا جائے۔

سوال: آئی ایس پیز اس کو فلٹر کر سکتے ہیں؟ یہ اس بات کی ایک اور دلیل ہے کہ یہ بل یہاں کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ جیسے حقوق نسواں بل اچانک آیا۔ کیا یہ بل بھی اسی طرح کہیں باہر سے ڈکٹیٹ ہوا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: جیسے تحفظ حقوق نسواں بل کی ہماری ثقافت اور ہماری معاشرت سے کوئی مطابقت نہیں تھی اسی طرح اس بل میں بھی سائبر terrorism پر تو کافی زور دیا گیا ہے لیکن جن چیزوں کا تعلق ہمارے معاشرے اور کلچر سے ہے ان کے بارے میں کوئی بات نہیں کی گئی۔ ان کو بھی accomodate کرنا چاہیے تھا۔ ہم اس بل کو اپنے حساب سے لیتے اور جو چیزیں ہماری نوجوان نسل کی تربیت کے لیے نقصان دہ ہیں ان پر بھی فوکس ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اس بل میں نوجوانوں کو فری ہینڈ دے دیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بل بھی انٹرنیشنل ایجنڈے کے تحت باہر سے مسلط کیا گیا ہے۔

رضاء الحق: اس بل میں الیکٹرانک جعل سازی کے اوپر بھی کچھ سیکشنز ہیں کہ آپ فنانشل ٹرانزکشن میں spoof کر لیتے ہیں تو یہ جرم ہے۔ اس کا ترجمہ شاید اسمبلی ممبران کو

بھی نہ آتا ہوگا۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اسی طرح اس بل میں critical infrastructure کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

رضاء الحق: اس کو واضح بھی نہیں کیا گیا کہ کریٹیکل انفرا سٹرکچر کیا چیز ہے۔ بل میں صرف یہ کہا گیا کہ وہ گورنمنٹ بھی ہو سکتی ہے، پرائیویٹ سیکٹر بھی ہو سکتا ہے لیکن وہ ہے کیا چیز اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی۔

سوال: رمضان میں ایک چینل نے توہین رسالت اور ختم نبوت کے حوالے سے ایک شوشہ شروع کیا تھا جس کی وجہ سے اس پر پابندی لگی۔ کیا وجہ ہے کہ اس بل میں توہین رسالت اور ختم نبوت کے حوالے سے ذکر ہی نہیں ہے؟

رضاء الحق: یہ بل 2015ء میں کہیں سے اسمبلی میں آدھمکا تھا اور جہاں کہیں سے بھی آیا وہ قوتیں ان چیزوں کو شامل ہی نہیں کرنا چاہتیں کیونکہ یہ ان کے ایجنڈے کا حصہ ہی نہیں ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: دیکھئے! توہین رسالت کے حوالے سے بھی یہ بل خاموش ہے۔ ہمارے آئین کا حصہ ہے کہ احمدی فرقہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے لیکن یہ بل اس حوالے سے بھی بالکل خاموش ہے۔

رضاء الحق: کسی قانون میں جب لفظ natural person استعمال ہوتا ہے تو اس کی تعریف میں تمام انسان آجاتے ہیں۔ لہٰذا جب آپ احمدیوں کے خلاف بات کریں گے تو اس بل کے مطابق وہ بھی نفرت انگیز تقریر شمار ہوگی کیونکہ بنیادی طور پر وہ بھی انسان ہیں۔ بہر حال علماء کے پاس یہ ایک بہت اچھا چانس ہے کہ وہ ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوں اور اس بل کے خلاف کم از کم کسی ایسی عدالت میں جائیں جہاں ان کی بات سنی جائے اور اس بل کے متنازعہ امور کے حوالے سے کیس دائر کریں۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اسی طرح اس بل میں کئی چیزیں وضاحت طلب ہیں۔ مثلاً اس میں فرقہ واریت کا مسئلہ شامل ہے لیکن یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ فرقہ واریت میں کیا چیزیں شامل ہیں اور کیا نہیں ہیں۔ مثلاً اگر آپ اسلامی تعلیمات کو فروغ دینا چاہتے ہیں یا تبلیغ کرتے ہیں تو کیا یہ بھی فرقہ واریت میں آئے گا؟ ہمارے آئین کی دفعہ 2-A میں ہے کہ تمام قوانین قرآن وسنت کی روشنی میں بنائے جائیں گے۔ اب قرآن وسنت کی صحیح تعلیمات کی تبلیغ کی رعایت کسی ایک فرقہ کو دی جائے گی یا اس پر بھی مخالف فرقے کھڑے ہو کر کہیں گے کہ یہ غلط ہو رہا ہے؟ دوسری طرف ہمارے الیکٹرانک میڈیا کا یہ کردار رہا ہے کہ اس نے چینلز پر مختلف مسالک کے لوگ بٹھا کر متنازعہ ایشوز کو اجاگر کر کے فرقہ واریت کو بڑھاوا دیا ہے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا میں ایسے فرقہ وارانہ clips کی بھر مار ہے۔ یہ بل سوشل میڈیا کے اس طرح کے کردار کے حوالے سے بھی خاموش ہے۔ لہٰذا بنیادی طور پر یہ باہر سے لایا گیا ایجنڈا ہے تاکہ لوگ یہاں پر اسلام کی بات کرتے ہوئے بھی محتاط ہو جائیں بلکہ بات کرنا ہی چھوڑ دیں۔

سوال: ہمارے ہاں جس طرح ابھی تک فحاشی کی واضح تعریف نہیں کی جا سکی۔ اسی طرح کیا ہم نفرت انگیز تقریر کی وضاحت بھی کر سکیں گے کبھی یا نہیں؟

رضاء الحق: کوئی بھی قانون اس وقت تک Just اور Fair نہیں ہو سکتا جب تک اس میں checks and balances نہ ہوں۔ یہاں پر تمام اختیارات حکومت اور حکومتی اداروں کے پاس ہیں۔ وہ اس پورے پراسس کی تحقیق کریں۔ اگر وہ دیکھیں کہ کسی کا جارحانہ بیان نفرت انگیز تقریر کے زمرے میں آتا ہے یا وہ فرقہ واریت کو ہوا دے رہا ہے یا تعصب پر مبنی ہے تو انہیں کارروائی کا حق حاصل ہے لیکن اس میں تشخیص کا عنصر بہت زیادہ اہم ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ بلا وجہ یا کسی تعصب کی وجہ سے ایک جملہ اٹھا کر کسی ایک فرد یا کسی تنظیم کے خلاف مقدمہ بنا دیں اور اس بنیاد پر وہ تنظیم مکمل بند کر دی جائے۔

سوال: کیا یہ بل آزادیٔ اظہار رائے کو سلب نہیں کرے گا؟ اور کیا آزادیٔ اظہار رائے ہونی چاہیے؟

رضاء الحق: آزادی اظہار رائے کی کچھ حدود ہیں، کچھ اخلاقی تقاضے ہیں اور کچھ پیرامیٹرز ہیں جن کی شروع سے ہی وضاحت ہونا بہت ضروری ہے۔ مثال کے طور پر پاکستان میں یوٹیوب تین سال تک بند رہی اس لیے کہ اس میں توہین رسالت کے حوالے سے مواد تھا۔ اس پابندی کو آزادیٔ اظہار رائے کو سلب کرنا نہیں کہا جائے گا بلکہ یہ تو حکومت کا فرض بنتا تھا۔ اس طرح کی آزادی یورپ اور امریکہ میں بھی نہیں ہے۔ وہاں بھی اگر آپ یہودیوں کے خلاف ایک بھی بیان دے دیں تو anti semitism لاء کے تحت آپ کو جیل بھیج دیا جائے گا۔ تو ہر جگہ آزادیٔ اظہار رائے کے کچھ پیرامیٹرز ہوتے ہیں۔ اسلام میں جو پیرامیٹرز واضح کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ قرآن و سنت کے مطابق اظہار رائے کی آزادی ہونی چاہیے۔ اب توہین نہ ایک فرقہ دوسرے کی کرے اور نہ دوسرا تیسرے کی کرے۔ اسی طرح سیکولر طبقے جو مذہبی عناصر کے خلاف نفرت انگیز تقریر کا پروپیگنڈا کرتے ہیں اگر اس قانون کے تحت یا 1973ء کے آئین کے تحت اس پر پابندی عائد ہو سکتی ہے تو جو سیکولر اور لبرل طبقے مذہبی اداروں کے خلاف اشتعال انگیز بات کرتے ہیں اس کو بھی اسی پیرامیٹر کے تحت لینا چاہیے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اسلام تو آزادیٔ اظہار رائے کی اجازت دیتا ہے۔ ہماری تاریخ اس چیز کی گواہ ہے۔ خلیفۂ وقت کو ایک عورت یہ کہتی ہے کہ آپ کون ہوتے ہیں عورتوں کے مہر پر پابندی لگانے والے۔ حریت تو اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے لیکن مادر پدر آزادی کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے (معاذ اللہ) اور قانون حرکت میں نہ آئے۔ ہمارا دین کسی بھی رسول کی توہین کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ قرآن کہتا ہے کہ تم مشرکوں کے بتوں کو بھی برا بھلا مت کہو کیونکہ جواب میں تمہارے سچے رب کے بارے میں کچھ غلط الفاظ کہے جا سکتے ہیں۔ اسلام میں بھی آزادیٔ اظہار رائے کی کچھ حدود ہیں۔ صحیح رائے کا اظہار کیا جائے گا۔ کلمۂ حق بلا خوف بلند کیا جائے گا اور وہ حاکم وقت کے خلاف بھی کیا جا سکتا ہے۔

سوال: لیکن اس بل کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ حاکم وقت کا نام بھی وضو کر کے لینا پڑے گا؟ کیا حاکم وقت پر جائز تنقید کی اس بل میں اجازت ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اخلاقیات کے اندر اندر رہے۔ بدکلامی اور گالی گلوچ کی اجازت نہیں ہوگی۔ اگر حدود سے تجاوز کی گئی تو حکومت وقت اس قانون کو استعمال کر سکتی ہے۔

رضاء الحق: اس بل میں کئی چیزیں مبہم ہیں جن کی واضح تعریف نہیں کی گئی۔ مثلاً نفرت انگیز تقریر کس کو کہا جائے گا؟ اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔ اب خدشہ بہر حال موجود ہے کہ حکومت جس کو چاہے نفرت انگیز تقریر کے جرم میں گرفتار کر لے۔

سوال: مثال کے طور پر سربراہ حکومت یا ارکانِ اسمبلی کی کوئی بدعنوانی سامنے آتی ہے تو کیا اس پر ہم رائے زنی بھی نہیں کر سکتے کہ ایسا کیوں ہوا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اگر آپ اسلامی تعلیمات کو درمیان میں لائیں گے تو اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ اگر کہیں کوئی بدعنوانی موجود ہے تو آپ پراپر فورم پر آواز اٹھائیں۔ مثال کے طور پر وزیر اعظم یا کسی بھی رکن اسمبلی میں ایک برائی پائی جاتی ہے تو آپ اسمبلی میں جائیں یا الیکشن کمیشن میں درخواست دائر کریں۔ یعنی کسی بھی جرم کو

آپ پراپر فورم پر اٹھائیں اور جائز طریقے سے اٹھائیں لیکن ہمارے ہاں سوشل میڈیا جس طرح استعمال ہو رہا ہے تو یہ چیز هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ کے زمرے میں آتی ہے۔

سوال : کیا میڈیا پراپر فورم نہیں ہے؟

رضاء الحق : میرے خیال میں یہ پراپر فورم اس لیے نہیں ہے کہ آپ کے پاس جب تک شواہد نہ ہوں، گواہی نہ ہو اس وقت تک آپ کسی پر الزام نہیں لگا سکتے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : آج ہمارے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں الزام تراشیاں ہی ہوتی ہیں جو کہ نہیں ہونی چاہییں۔ آج صرف عدالتیں ہی موجود نہیں ہیں بلکہ نیب ہے، آیف بی آر ہے، بینکنگ ٹربیونلز اور مختلف فورمز موجود ہیں۔ اگر کسی میں بدعنوانی کا عنصر پایا جاتا ہے تو آپ ان فورمز پر جائیں اور شواہد اکٹھے کریں اور اس کے بعد بات کریں۔ صحافی حضرات یہ کام کرتے ہیں لیکن ہر آدمی سوشل میڈیا کے ذریعے بغیر کسی ثبوت کے رائے زنی شروع کر دے تو یہ غلط ہے، انارکی ہے، فساد ہے اور اسلامی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔ سائبر کرائم بل میں بھی یہی کہا گیا ہے کہ بلا ثبوت کسی پر جھوٹا الزام لگانے پر قانون حرکت میں آ جائے گا۔

سوال : بی بی سی نے تبصرہ کیا ہے کہ اب پاکستانی سوشل میڈیا سہم کر رہ گیا ہے۔ کیا اب مثبت بات بھی بڑے احتیاط سے کہنی پڑے گی؟

رضاء الحق : ویسے بھی ان معاملات میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ بہتان بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا آخرت میں بھی طے ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس بل میں کون کون سی چیزیں متنازعہ ہیں۔ کئی چیزیں بہت واضح ہیں لیکن ان کا ذکر ہی نہیں ہے۔

سوال : بل میں کاپی رائٹ کو جرم قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ 90 فیصد پاکستانی یوزرز Windows(users) کا لیگل استعمال نہیں کرتے۔ اس لحاظ سے سب مجرم ہیں؟

رضاء الحق : یہ بات ٹھیک ہے لیکن اس کا متبادل بھی تو نہیں ہے نا۔ اب 3000 ڈالر میں لیگل ونڈوز (windows) کون خرید سکتا ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : چوری غلط ہے۔ اسلام میں اس کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن اس کے متبادل آسان راستہ لوگوں کو دستیاب ہونا چاہیے۔ اصل میں ہمارے ہاں مسئلہ یہی ہے کہ قانون سازی کی جاتی ہے لیکن اس قانون کے مطابق لوگوں کو سہولیات بہم نہیں پہنچائی جاتیں۔ مثال کے طور پر ایک آئی ٹی کا غریب طالب علم کہاں سے اتنے پیسے خرچ کر کے آفیشل ورژن کے تمام سافٹ ویئرز استعمال کرے گا۔ جس کو انتقام کا نشانہ بنانا مقصود ہو آپ اس پر کسی ایسے جرم کا الزام لگائیں گے جو شاید ثابت نہ ہو لیکن جب اس کا لیپ ٹاپ آپ کے قابو میں آ جائے گا تو یہ الزام تو لگ جائے گا۔

سوال : پرانے زمانے میں پولیس نے جب کسی کو پکڑنا ہوتا تھا تو اس کی گاڑی میں چپکے سے ہیروئن کی پڑیا ڈال دیتے تھے۔ اب اس بل کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہے گی بلکہ صرف موبائل یا کمپیوٹر کو دیکھ لینا کافی ہوگا؟

رضاء الحق : اب بعض شقوں کے تحت قانون نافذ کرنے والے اداروں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ بغیر عدالتی حکم کے ڈیٹا ضبط کر سکتے ہیں اور آئی ٹی کے جتنے بھی سسٹم ہیں وہاں پر ڈیٹا تباہ کر سکتے ہیں۔

> **سائبر کرائم بل کے بعد سیاسی اور مذہبی انتقام بہت بڑھ جائے گا اور ہمارے ہاں ایک طبقہ جو سیکولرازم اور لبرل ازم کو پروموٹ کر رہا ہے اس کے لیے بھی کھلی آزادی ہوگی۔**

سوال : کیا اس بل کے تحت بننے والے قانون کے غلط استعمال کا خدشہ ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : قانون سازی ہمیشہ صحیح نیت سے کی جائے اور تمام اسٹیک ہولڈرز کو آن بورڈ لے کر کی جائے تو قانون کا فائدہ ہوتا ہے۔ اسی لیے ہمارے توہین رسالت کے قانون کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مس یوز ہو جاتا ہے۔ قانون میں ایسی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں کہ جس کے ذریعے مس یوز کو ختم کیا جا سکے۔ آئی ٹی بہت کام کی چیز ہے۔ آج کل اس کے بغیر گزارہ نہیں۔ صرف لوگوں کو ایجوکیٹ کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کا جائز استعمال کیا جائے، کسی کے خلاف آپ نے بہتان تراشی نہیں کرنی، کسی کا مذاق نہیں اُڑانا۔ اسلام میں تمسخر اڑانے کی اجازت نہیں ہے اور کسی کا برا نام رکھنا ہی برا ہے۔ سورۃ الحجرات میں ان سب چیزوں کا ذکر ہے۔ ہمارے پاس تو اسلام جیسی عظیم دولت ہے اور اسلام امن کا مذہب ہے۔ ہمیں تو چاہیے کہ اسلام کی تعلیمات کو عام کریں اور اس کے تحت اجر و ثواب اور اللہ کی رضا کے حصول کو بنیاد بنا کر ہم اس سلسلے کو ریگولیٹ کر سکتے ہیں۔ بجائے اس کے ہم ایک سخت بل لے کر آئے ہیں جس میں سخت سزائیں ہیں۔ مغرب کا ایجنڈا پورا ہو رہا ہے، ہماری ثقافت اور ہمارے حقوق داؤ پر لگے ہوئے ہیں۔ اس بل کے بعد سیاسی اور مذہبی انتقام بہت بڑھ جائے گا اور ہمارے ہاں ایک طبقہ جو سیکولرازم اور لبرل ازم کو پروموٹ کر رہا ہے اس کے لیے بھی کھلی آزادی ہوگی۔

سوال : کیا ہر پاکستانی اس بل کی مراعات سے آگاہ ہے چاہے وہ کسی بھی فرقے کا ہو؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : پبلک میں تو یہ زیر بحث لایا ہی نہیں گیا اور نہ ہی عوام میں اس حوالے سے شعور ہے کہ اس بل کے مطابق کیا کیا چیزیں جرم ہیں، کس جرم پر کتنی سزا ہے اور سزائیں بھی بہت سخت ہیں۔

سوال : پروگرام کے آخر میں آپ اس بات پر روشنی ڈالیں کہ اس حوالے سے اب حکومت کو کیا کرنا چاہیے، عوام کو کیا کرنا چاہیے اور ہمارے مذہبی طبقے کو اس بل کے حوالے سے کیا ردعمل دکھانا چاہیے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : سائبر کرائم کے حوالے سے ایک قانون کی ضرورت تو بہرحال ہے لیکن اس قانون کو صحیح انداز میں بنایا جائے۔ ہمارے ہاں قانون بنتا ہے اور پھر اس کا غلط استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے عوام میں بے چینی اور فرسٹریشن پھیلتی ہے۔ اس لیے تمام سٹیک ہولڈرز، نہ صرف مذہبی طبقات بلکہ تمام لیگل اداروں، عدلیہ، قانون دانوں اور آئی ٹی ایکسپرٹس کو آن بورڈ لیا جائے۔ وہ سب مل کر اس بل کی جائز چیزوں کو برقرار رکھیں اور جو خلا رہ گئے ہیں ان کو پُر کریں تا کہ یہ واقعی ہمارے عوام کے لیے ایک فائدہ مند قانون بن جائے۔ اس ضمن میں ہماری معاشرتی اور دینی ضروریات کو بھی سامنے رکھا جانا چاہیے۔ موجودہ دور میں آئی ٹی کا شعبہ بہت اہم ہے۔ ہم عوام کو ایجوکیٹ کریں کہ اس کو فضول استعمال کرنے کی بجائے ہم اس کو ملک کی ترقی کے لیے استعمال کریں، فساد سے بچنے اور اس ملک کو امن و امان کا گہوارہ بنانے کے لیے استعمال کریں۔

رضاء الحق : اس کے لیے Justice اور Fairness اور Checks and Balances کا ہونا بہت ضروری ہے اور وہ چیزیں جو چھوڑ دی گئی ہیں ان کو اس بل میں شامل کیا جائے اور جو بلا وجہ شامل کر دی گئی ہیں اور ان کا ہمارے معاشرے سے کوئی تعلق نہیں ہے ان کو نکال دیا جائے۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

قربانی کی فضیلت

مولانا مشتاق احمد

ارشاد باری تعالیٰ ہے﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o﴾ (الانعام:162)

"کہہ دیجیے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

رب العالمین کے لیے ہے۔ یہ ہر مسلمان کا مقصد زندگی ہونا چاہیے کہ سب کچھ خدا کے لیے ہو۔ ماہ ذوالحجہ کا جب آتا ہے تو حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی عظیم قربانی کی یاد تازہ کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ اس لیے ان کی بڑی آزمائشیں ہوئیں اور وہ سب امتحانوں میں کامیاب ہوئے۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ط (124)﴾

"اور اس وقت کو یاد کریں جب آزمایا اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو چند باتوں میں تو وہ ان میں پورے اترے۔"

ان امتحانوں میں سے ایک بڑا امتحان اپنے محبوب فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی بھی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ پیغمبر کا خواب بھی سچا ہوتا ہے اس لیے قربانی دینے کے لیے تیار ہوگئے۔

جانور کی قربانی یہ یادگار ابراہیمی علیہ السلام ہے۔ مسلمان ہر سال اس یادگار کو تازہ کرتے ہیں اور تیار ہوتے ہیں قربانی کے لیے۔

قربانی کی فضیلت

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قربانی کے جانور کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ایک ایک بال کے بدلے قربانی کرنے والے کو نیکی ملتی ہے۔ دوسری حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی عمل پسند نہیں۔ تیسری حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ قربانی کے جانور کا خون جب زمین پر گرتا ہے تو گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے اور قربانی کرنے والے کے لئے نجات کا ذریعہ بنتا ہے۔ چوتھی حدیث میں حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قربانی کے جانور کو خوب پالا کرو اور خوب موٹا کرو۔ کیونکہ یہ جانور پل صراط پر تمہاری سواریاں بنیں گے۔ پانچویں حدیث میں حضور انور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قربانی کرو۔ کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور یادگار ہے۔

پہلی حدیث کی وضاحت وتشریح

یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان وانعام ہے کہ معمولی عمل سے اتنی نیکیاں عطا فرماتے ہیں۔ ایک جانور کے بدن پر کتنے بال ہوتے ہیں۔ کوئی شمار کرنا چاہے تو شمار بھی نہیں کر سکتا اور کوئی بڑے سے بڑا تاجر بھی اتنی دولت نہیں کما سکتا یعنی اتنے کم وقت میں اتنی دولت کوئی نہیں کما سکتا اور یہ نیکیاں بھی آخرت کی دولت ہیں۔ اگر نیکیاں ہوں گی تو قیامت کے دن کام بنے گا اور جنت کی نعمتیں ملیں گی۔ جیسے دنیا میں دولت سے ہر چیز آدمی حاصل کرتا ہے۔ آخرت میں نیکیوں سے حاصل کرے گا۔ بڑے سے بڑا مال دار بھی اگر بغیر عمل کے مرگیا تو آخرت میں غریب ہوگا اور بڑے سے بڑا غریب بھی اگر نیکیاں کما کرلے گیا تو وہ آخرت کے حساب سے مال دار ہوگا۔ کیونکہ آخرت کا مال اعمال صالحہ ونیکیاں ہیں۔

دوسری حدیث کی تشریح

ہر عمل کا ایک وقت ہے جیسا کہ ماہ رمضان میں روزے، حج کے ایام میں حج، نماز کے وقت میں نماز، اسی طرح قربانی کے دنوں میں قربانی ایک بڑا مقبول عمل ہے۔

تیسری حدیث

تیسری حدیث کی تشریح کہ قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے قبول ہوجاتا ہے۔ یہ اللہ کا کتنا بڑا انعام ہے کہ انسان کو اس کے چھوٹے سے عمل کا بدلہ وانعام اتنا جلدی مل جاتا ہے۔ انسان کو اور کیا چاہیے، اگر آخرت میں نجات ہو جائے تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی؟ کیونکہ حقیقت میں کامیاب وہی ہے جو آخرت میں کامیاب ہو جائے اور ناکام وہی ہے جو آخرت میں ناکام ہو جائے۔ دنیا کی زندگی عارضی اور فنا ہونے والی ہے۔ نہ اس کی کامیابی کا اعتبار۔ نہ ناکامی کا اعتبار یہاں کی عزت بھی فانی، دولت بھی فانی، عمر فانی، مال بھی، اولاد، مکان، بادشاہی فانی ہے۔ غرض آخرت ہی اصل ہے اور آخرت کی کامیابی ہی اصل ہے۔

لطف دنیا کے ہیں گے دن کے لیے
کھو نہ جنت کے مزے ان کے لیے

چوتھی حدیث

کہ قربانی کے جانور کو خوب پالا کرو کیونکہ یہ جانور پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔ پل صراط کتنا مشکل مرحلہ ہوگا۔ قرآن پاک میں ہے کہ ہر شخص کو پل صراط سے گزرنا ہوگا۔ کامیاب جلدی سے گزر جائیں گے۔ ناکام کٹ کٹ کر جہنم میں گریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی ناکامی سے محفوظ فرمائیں۔ موت یقینی ہے اور موت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے۔ آج آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ کل جب آخرت کی طرف آنکھ کھلے گی تو اب جو پردے کے پیچھے یعنی آخرت اور اس کی منازل جو چھپی ہوئی ہیں، وہ سب سامنے نظر آ جائیں گی۔ لہٰذا آج دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری نہ کی تو آخرت میں ندامت وپشیمانی ہوگی اور انسان خون کے آنسو روئے گا۔

پانچویں حدیث کہ قربانی کرو بے شک یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ واقعہ کی تفصیل مختصر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ملک شام سے مکہ مکرمہ اپنے بچوں کو ملنے آئے تو آٹھویں ذوالحجہ کو خواب دیکھا کہ اپنے لاڈلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ دوسری رات پھر یہی خواب دیکھا۔ تیسری رات پھر یہی خواب دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ بیٹے کو ذبح کرتے وقت ایک دنبہ ساتھ کھڑا ہے۔ نبی کا خواب بھی سچا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ بیٹے کو خدا کے نام پر قربان کرنے کا حکم ہے۔ جب بیٹا دوڑنے کے قابل ہوا تو خواب میں ذبح کرتے دیکھا۔ ارشاد ربانی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

"اے بیٹے، میں خواب میں تمہیں ذبح کرتے دیکھ رہا ہوں تو تم سوچو تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے جواب دیا، ابا جان جو حکم ہوا ہے بجا لائیے دیر نہ کریں۔ ان شاء اللہ مجھے ثابت قدم رہنے والوں

میں پائیں گے۔'' (الصّٰفّٰت:102)

حضرت اسماعیل علیہ السلام سات سال کے تھے۔ اتنی چھوٹی سی عمر میں اتنی بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہوگئے۔

چنانچہ دس ذوالحجہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ کو کہا کہ اسماعیل کو نہلا دھلا کر اچھے کپڑے پہنا دو ان کو اللہ کے حکم پر قربان کرنے کے لیے مہمان بنا کر لے جا رہے تھے تو شیطان بڑی عمر کے آدمی کی شکل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اسماعیل کو کہاں لے جا رہے ہیں؟ حضرت ہاجرہ نے کہا کہیں مہمان بنا کر۔ شیطان نے کہا وہ تو اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے جا رہے ہیں۔

حضرت ہاجرہ نے کہا تو غلط کہتا ہے کہیں باپ بھی بیٹے کو ذبح کرتا ہے۔ تب شیطان نے کہا کہ ان کو اللہ کا حکم ہے تو ہاجرہ نے فرمایا جب اللہ کا حکم ہے تو صرف اسماعیلؑ کیا مجھے بھی ذبح کرنے کا حکم ہو تو میں بھی تیار ہوں اور لاحول پڑھا۔ یہاں سے مایوس ہو کر شیطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا۔ تجھے معلوم ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بتایا کہ مہمان بنا کر۔ شیطان نے کہا نہیں وہ تجھے ذبح کرنے جا رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ کہیں باپ بھی بیٹے کو ذبح کرتا ہے شیطان نے کہا کہ ان کو اللہ کا حکم ہوا ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا اگر اللہ کا حکم ہے تو میری جان حاضر ہے۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

پھر شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا اے ابراہیم کبھی باپ بھی بیٹے کو ذبح کرتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے حکم سے بندہ مومن کامل سب کچھ کرتا ہے۔ چنانچہ شیطان مایوس ہوا اور بالآخر منیٰ کے میدان میں جہاں حاجی شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زبردستی روکنا چاہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے سات کنکریاں ماریں دوبارہ آگے چل کر پھر شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زبردستی روکنا چاہا پھر اسی طرح کنکریاں ماریں اسی طرح تین مرتبہ کنکریاں ماریں۔ آج حاجی تین جگہ شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں یہ ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ اللہ کو ابراہیم علیہ السلام کا عمل و جذبہ اتنا پسند آیا کہ قیامت تک اس کو یادگار بنا دیا۔ معلوم ہوا کہ بندہ جب اللہ کے لیے صدقہ جاریہ چھوڑ جاتا ہے تو قیامت تک یادگار رہتا ہے۔ اور اس کو ثواب ملتا رہتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے لاڈلے بیٹے کو آگے ایک بڑے میدان میں لے گئے اور اپنے پیارے لاڈلے بیٹے کو لٹایا اور رسی سے مضبوط باندھا اللہ اللہ کیا منظر ہوگا۔

جذبات کی لہریں جوش پہ ہیں ہلچل بھرے ارمانوں میں
ساحل کی لڑائی اب جا کر لڑنی ہوگی ارمانوں میں

جب باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی اس طرح تیاری کر رہا تھا۔ چھری تیز کی جا رہی ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خود کہا کہ ابا جان مجھے خوب باندھ دیجئے اور چھری بھی تیز کر لیجئے اور الٹا لٹا لیجئے تاکہ کہیں میرا منہ دیکھ کر آپ کو رحم نہ آجائے اور ذبح نہ کر سکیں۔ سبحان اللہ کیا جذبہ قربانی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح کیا اور چھری گردن پر رکھ دی اور خوب زور سے چلانا شروع کر دیا مگر اللہ کو اور ہی منظور تھا اور قربانی مانگی گئی تھی۔ اسی طرح اللہ رب العزت انسان سے ہر حکم میں قربانی مانگتے ہیں لیتے نہیں بلکہ وہ امتحان ہوتا ہے اور اپنی طرف سے بے پایاں انعام عطا فرماتے ہیں۔ انسان کو ہر حال میں پوری طرح قربانی دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا چھری کیوں نہیں چلتی چھری نے زبانِ حال سے کہا کہ خلیل کہتا ہے چھری چل جا، رب جلیل کہتا ہے کہ چھری خبردار اگر ایک بال بھی کاٹا۔ حکم ربی کے بغیر کائنات کا ایک پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا چھری کیا کرتی چنانچہ آواز آئی:

﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا﴾
(الصّٰفّٰت:104،105)

''تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیمؑ! بے شک تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔''

یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش تھی جس میں تم اپنے دعویٰ محبت و اطاعت میں پورے اترے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی کامل و مکمل محبت و اطاعت نصیب فرمائے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جنتی دنبہ بھیجا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کیا گیا یہ عمل قربانی اسی امتحان ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کی یادگار ہے۔

لہٰذا اسی جذبہ ابراہیمی علیہ السلام و اسماعیلی علیہ السلام سے قربانی دینی چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ جان کی قربانی مانگیں گے (جہاد وغیرہ میں) تو ہم اپنی جان بھی قربان کر دیں گے۔

فوائد قربانی

ملکوتی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ حیوانیت ختم ہوتی ہے۔ غم خواری و نیاز کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ سنت ابراہیمی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اسلامی سال محرم کی ابتدا بھی قربانی حسین سے ہے اور اختتام یعنی ذوالحجہ بھی قربانی پر ہوتا ہے۔

سال بھر ہم اپنی خوشی سے جانور ذبح کرتے ہیں۔ اب حکم ہے کہ ہماری خوشی سے ذبح کرو۔ بدن کا شکر نماز سے ہوتا ہے۔ مال کا شکرانہ زکوٰۃ سے قوت کا شکر جہاد سے اسی طرح جانور کا شکر قربانی سے ہوتا ہے۔ کفار کی قربانی بتوں کے لیے ہوتی ہے اس کے مقابل ہماری قربانی اللہ کے لیے ہوتی ہے۔ قربانی و تکبیرات تشریق سے غیر حجاج کو بھی حجاج سے مناسبت ہو جاتی ہے۔ قربانی سے وحدت ملی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ سبھی مسلمان یہی عمل قربانی ادا کرتے ہیں۔ قربانی کا گوشت ہدیہ دینے سے محبت بڑھتی ہے۔ صدقہ دینے سے غرباء کی معاونت ہوتی ہے۔ قربانی سے کفر کے عقیدہ کی تردید ہوتی ہے کہ جانوروں کی پرستش کرتے ہیں۔ قربانی سے اشارہ ہے کہ جیسے جانور کو اپنی چھری سے ذبح کر دیا اپنے اندر پوشیدہ نفس کو بھی مخالفت نفس سے ذبح کر دو اور گویا حیوان باطن نفس کو بھی قربان کر دو۔ اگر قربانی کرنا واجب نہ ہو تب بھی اتنے بے حساب ثواب کے لالچ سے قربانی کرنی چاہیے اور اگر اللہ نے مال دار بنایا ہے تو مناسب ہے کہ جہاں اپنی طرف سے قربانی کرے تو جو رشتہ دار مر گئے ہیں۔ جیسے ماں باپ وغیرہ ان کی طرف سے بھی قربانی کر دے کہ ان کی روح کو اتنا بڑا ثواب پہنچ جائے۔ حضرت رسول کریم ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کرے۔ آپؐ کی بیبیوں کی طرف سے نہیں تو کم از کم اتنا تو ضرور کرے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے۔

مسائل قربانی

مسئلہ: جس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر بقرعید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو جتنے کے ہونے سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں لیکن پھر بھی اگر کر دے تو بہت ثواب پائے۔

مسئلہ: بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے بہتر دن بقرعید دسویں ذوالحجہ کا دن ہے، پھر گیارہویں تاریخ، پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ: دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا درست نہیں ہے شائد کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ: قربانی کرتے وقت زبان سے نیت اور دعا پڑھنا کوئی ضروری نہیں۔ اگر دل میں خیال کرلیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی درست ہوگئی۔

مسئلہ: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ اولاد کی طرف سے واجب نہیں ہے بلکہ اگر اولاد نابالغ اور مالدار ہو تب بھی ان کی طرف سے قربانی واجب نہیں ہے۔ نہ اپنے مال میں سے نہ ان کے مال سے۔

مسئلہ: بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی ان جانوروں کی قربانی درست ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ: گائے، بھینس، اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو صرف گوشت کھانے کی نہ ہو اگر کسی کا ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: سات آدمی بھینس میں شریک ہوئے تو گوشت بانٹتے وقت اٹکل سے نہ بانٹیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں نہیں تو اگر کوئی حصہ کم زیادہ ہو جائے تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہوگا۔

مسئلہ: بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں جب پورے سال بھر کی ہو تب قربانی درست ہے اور گائے بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں پورے دو برس کی ہو جائیں تب قربانی درست ہے۔ اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں۔ اور دنبہ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو سال بھر سے کم کے دنبہ کی قربانی بھی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ: جو جانور اندھا یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو یا ایک کان یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا یا تہائی سے زیادہ دم کٹ گئی یا تہائی دم کٹ گئی تو اس جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: جس جانور کے پیدائشی کان نہیں اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے اور اگر کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں ہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے اس کی قربانی درست ہے البتہ اگر جڑ سے بالکل ٹوٹ گئے ہیں تو قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ: خصی یعنی بدھیا بکرے اور مینڈھے کی قربانی درست ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو جان و مال اپنی راہ میں قربان کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں آمین یا رب العالمین

دعائے صحت

☆ حلقہ جنوبی پنجاب ممتاز آباد کے رفیق فاروق احمد کی اہلیہ زخمی ہیں۔
اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔
قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، تونسہ شریف کے رفیق رستم جہانگیر کے برادر نسبتی وفات پا گئے
اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَاَدْخِلْهُ
فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو

امریکی ایجنسی نے پاکستانی سول وفوجی قیادت کی جاسوسی کی: اسنوڈن کا انکشاف

آلے کا استعمال، مقصد وائی فائی نیٹ ورکس کا رخ این ایس اے سرور کی جانب موڑنا تھا

امریکا کے منحرف جاسوس ایڈورڈ اسنوڈن کی فراہم کردہ دستاویزات سے پتہ چلا ہے کہ امریکی جاسوس ادارے این ایس اے نے پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن کے وی آئی پی ڈویژن اور لبنان کے بڑے آئی ایس پیز کی جاسوسی کے لیے بلائیڈ ڈیٹ کا نظام استعمال کیا۔ ان مہموں کے نتیجے میں این ایس اے کو پاکستان کی سول اور فوجی قیادت کے گرین لائن کمیونیکیشن نیٹ ورک کی اطلاعات ملیں جبکہ لبنان میں حزب اللہ کی 1800 سرگرمیاں نظر میں آئیں۔ ان دستاویزات کے مطابق شیڈو بروکر کی جانب سے بھجوائے گئے کمپیوٹر میلویئر (کمپیوٹر وائرس کی طرز پر بنایا گیا پروگرام جو معلومات چرانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔) اور امریکی ادارے ''این ایس اے'' کے سائبر ہتھیاروں کے سرکاری پروگرام کے مابین کوئی سرکاری نوعیت کا تعلق ہے۔ اس کے علاوہ امریکی این ایس اے نے ایک نظام بلائیڈ ڈیٹ کے نام سے بھی بنایا جس کا مقصد سیکنڈ ڈیٹ کے ذریعے وائی فائی نیٹ ورکس پر حملہ کر کے ان کا رخ این ایس اے کے سرور کی جانب موڑنا تھا۔ یہ آلہ کھلے میدان میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے دشمن کا وائرلیس نیٹ ورک تباہ ہوتا ہے۔ یہ ایک طرح کا لیپ ٹاپ ہوتا ہے جس کے ساتھ ایک بڑا اینٹینا لگا ہوتا ہے اور یہ سیکنڈ ڈیٹ، پپی آور، نائیٹ اسٹینڈ کو استعمال کرتے ہوئے حملے کرتا ہے۔ یہ آلہ میدان میں استعمال ہوتا ہے۔ اس آلے کو ڈرون پر بھی لگایا جا سکتا ہے اور یہ وائی فائی نیٹ ورکس کو این ایس اے کے فوکس ایسڈ سرور پر منتقل کر دیتا ہے۔ اسنوڈن کی جو دستاویز ''دی انٹرسیپٹ'' نے جاری کی ہے، وہ اسنوڈن نے 2013ء میں انٹرسیپٹ کو دی تھی۔ اس دستاویز کے صفحہ 28 پر پروسیجریوں بتائے گئے ہیں کہ ''این ایس اے کے ملازمین کے لیے ضروری ہے کہ وہ مختلف آلات کے ذریعے فوکس ایسڈ سرور کو بھجوائے جانے والے ''شکار'' کو ٹیگ کرنے کے لیے آئی ڈی استعمال کریں۔ اس دستاویز میں انکشاف کیا گیا ہے کہ سیکنڈ ڈیٹ کے آلے کی آئی ڈی (ace02648bd13579) ہے۔ سیکنڈ ڈیٹ کے حوالے سے شیڈو بریکر کی لیک ہونے والی 14 مختلف فائلوں میں یہی آئی ڈی استعمال ہوئی ہے۔

Until Our Freedom Comes

<u>Source adapted from</u>**: an article written by Shahid Lone**

Once again another passage of brutal killing by the Indian state is being written down in the crimsoned history of Kashmir. Yet another cycle of horror and mourning is being witnessed in Kashmir. But one should never lose one's capacity to reflect, one's faculty to be in empathy with the feelings of Kashmiri people. In a way, the truth about the Indian establishment is revealed in Kashmir – cruel, destructive and malicious. It is not the fear of knowing what will happen to you if you act in line with those you have seen violence used against, it is the fear that freezes action and India is hell bent on creating this kind of fear in Kashmir, which is simmering with every passing day.

Burhan Wani's martyrdom made him not one in the crowd but a crowd in one, a badge of honor for every Kashmiri, a living legend and above all a new emboldened insignia of the *Azadi* movement. The façade and mantilla of fear which India had developed through its client governments and renegades in the Kashmir valley was torn apart by Burhan and his comrades' sheer belief and courage. Burhan's martyrdom prepared the ground for what was to turn as the mother of all protests in Kashmir. On the evening of July 8, there was a slight drizzle in North Kashmir and in a similitude it dawned on me that it is not the rain which is fertilizing the land but the martyr's blood which will beseech the *Azadi* covenant again and time is witnessing the same.

This new-generation freedom brigade is not like the one we witnessed in the nineties. The figure used to be in thousands in 1990's and today it is merely in 100's, but it must be borne in mind that the 'Burhans' of today are men of substance. They have been brought up under the shades of grave atrocities, enforced disappearances, gang rapes, sexual assaults, trampled human rights, squeezed political space and the list goes on. With the firm belief '*Azadi ya Mout*', these men are on the sublime mission with every Kashmiri ready to brave his life for the new brigade and the aftermath of Burhan is a testimony to my claim. They don't fear death because they aspire for something more valuable and honorable in the eyes of The Just *(SWT)*. Numbers just don't scare them because the fire in their bellies is not about 'holding a Kalashnikov' but the belief that they will be questioned and held accountable for choosing to remain buttoned up and this belief guides them through every Herculean impediment in their sublime purpose,

"Tapak ae shama aansu bankey parwane ki ankhun se,
Sarapa dard hoon hasrat bhari hai dastaan meri".

Anyway, as I observed the last one month of resilience and unbending will of the Kashmiri people to die for *Azadi* and the ever deceitful 'chanakyan' politics being played by the 'Indian Union' in the form of night raids, intimidations, covert lettering and bannering, pelleting, tear gas shelling and live ammunition firing, no space has remained blurred; everything distinguished in black and white, bold and caps. India gang rapes Kashmir; first by its soldiers through bullets, which hardly makes to press, and then by its jingoistic noise hour debates, armchair intellectual minions and pseudo-secular nationalists and patriots in the TV studios. They rape her integrity, honor, dignity and esteem day in and day out and the irony is that pellets are being fired in Kashmir but the Indians are turning blind.

Indian home minister Rajnath Singh visited Kashmir and in fury returned to New Delhi and blamed Pakistan for our current indigenous movement. The Indian government started their old way of fabricating narratives regarding Pakistan and manufacturing the consent in New Delhi, only to build a public opinion for hiding and continuing the excesses in Kashmir valley in the name of national security and counter insurgency (a mechanism of which every Kashmiri is aware) and appealing for calm and peace in the Kashmir valley and promising to talk to every stakeholder once harmony is restored but little does he know that we Kashmiris have reached the level of conflict-satiety and don't

restored but little does he know that we Kashmiris have reached the level of conflict-satiety and don't take Indian lies anymore. Moreover, peace and freedom are mutually exclusive; it's either peace or freedom and not both.

The Indian media is pretending and projecting this as an exceptional situation, an excess, an anomaly, or even an instance of soldiers going rogue, which in reality is not the case. Kashmiris know that a predatory shoot to kill profile is part of the operational signature of the Indian armed forces in Kashmir. An incompetent government at the Centre, and its client in the state, will act with characteristic and predictable venality. A chain of military command that has learnt nothing at all over decades of facing the people of Kashmir, will commit, again, a series of horrifying and cumulative excesses. As a landscape and as a people, with personal stories of the unrest, the culmination of the various phases of the Kashmiri national struggle and one among the various acts of grassroots resistance in which images of the Kashmiri subject are being beamed. People of Kashmir are crucially the true witness to (as well as victims of) Indian injustices since 1947. The practice of Kashmiris acting as witness to their own oppression and testifying for the benefit of outside audiences is a crucial mechanism through which the very idea of "Freedom-loving Kashmiri Spirit" begins to be visually performed and mediated and perhaps reified in new ways. With a heavy heart, we win or lose, perform or perish, now or never, *'Azadi ya Mout'* and we will brave our bodies to your bullets and inseminate in blood until our freedom comes. For to evoke Akbar Allahbadi:

"Tu khaakh mein mil aur aag mein jal; jab khisht bane tab kaam chale,
In khaam dilun ke unsar par bunyad na rakh tabeer na kar,
Khaam hai jab tak to hai mitti ka ambaar tu,
Aur pukhta tar ho jaye to ha shamsheer e bezinhaar tu"

Note: Shahid Lone is a research scholar at Jamia Millia Islamia, New Delhi, India.

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ڈاکٹر (BDS)، قد "4 .'5 کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0346-6577434 - 0336-6106406

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی حافظ قرآن بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم ایم سی ایس کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4351893

☆ لاہور میں مقیم آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم ایم ایس سی اکنامکس، "4 .'5، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

☆ حیدرآباد میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 31 سال، تعلیم میٹرک، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0343-3818010

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں ▌ تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

شمارہ ستمبر 2016ء
ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ

اجرائے ثانی: **ڈاکٹر اسرار احمد** رحمۃ اللہ علیہ

مشمولات

☆ جشنِ آزادی اور شکرگزاری کے تقاضے — حافظ عاکف سعید
☆ قرآن کریم کی اصولی باتیں (۱۲) — ڈاکٹر عمر بن عبداللہ المقبل
☆ قرآن حکیم، سنتِ رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ — مولانا محمد تقی عثمانی
☆ ایمان میں تقویت پہنچانے والے پانچ اعمال — محسن سلام شیخ
☆ انفرادی دعوت: اصول وطریقہ کار — حافظ سید اسامہ علی
☆ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ جہیز یا نقد رقم کے مطالبے پر ایک فتویٰ — مولانا برہان الدین سنبھلیؒ
☆ مسلم ممالک میں قومی تشخص کی تلاش میں بھٹکتی نسلیں — پروفیسر تسنیم احمد
☆ حاجی عبدالواحد صاحبؒ کی یادداشتیں (۹) — پروفیسر حافظ قاسم رضوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

MULTICAL-1000
Calcium + Vitamin C & B12 + Folic Acid (Sachets)
STAY STRONG WITH
XTRA CALCIUM
1000mg
MULTICAL-1000 CONTAINS
XTRA CALCIUM
Takes you away from
Malaise & Fatigue
Tasty & Tangy
MULTICAL-1000
Sweetened with Aspartame
Aspartame is safe & FDA approved low calaroies sweetner
NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762
PHARMA
your Health our Devotion